www.hamditabligh.net

اسلام کی بنیادی تعلیمات کا داعی

دینی عناصر کے باہمی تعاون کا حامی

تحریکِ اسلامی پاکستان کا ترجمان

پندرہ روزہ

نشور

کراچی

مدیرِ اعلیٰ: حکیم سید محمود احمد سرو سہارن پوری

مدیرِ مسئول: تسنیم احمد

مجلسِ ادارت: محمد جلیل خان، قاضی اختر حسین قریشی، سید عاصم علی

جلد ۷ اشمارہ: ۲، صفر المظفر ۱۴۳۲ ھجری، ۱۶ تا ۳۱ جنوری ۲۰۱۱ء

زرِ تعاون برائے توسیعِ اشاعت: فی شمارہ ۱۰ روپے، سالانہ ۲۰۰ روپے، (بشمول اخراجاتِ ڈاک)

Fortnightly "Nushoor" Kar.SC-1321

مقامِ اشاعت

آر ایس۔۳۳ اِٹاوہ سوسائٹی، نزد گلشنِ معمار کراچی۔۷۵۳۴۰

ٹیلی فون: ۳۶۳۵۰۱۰۰ ۲۱ ۹۲+

احساسات

تسنیم احمد

تاثیر صاحب اپنے نامہ اعمال کے ساتھ اللہ رب العالمین کی بڑی عدالت میں چلے گئے اگرچہ ہم کسی طور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی ہمت افزائی نہیں کرتے تاہم جس انداز کے کام موصوف کرتے رہے اور جس جرم کا وہ داغ اپنے دامن پر سجا کر لے گئے ہیں اُس پر علمائے امت نے اُن کی موت پر دکھ کے اظہار سے منع کیا ہے! کتنی ہی فصیلیں تعمیر کر لی جائیں اور کتنے ہی چوب دار اور گارڈز تعینات کر لیے جائیں، موت تو ہر ذی روح کا تعاقب کر رہی ہے...... إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ (یہ موت جس سے تم بھاگتے ہو آخرِکار تمہیں آ کر ہی رہے گی!) موت تو ہر ایک کو آنی ہے مگر تاثیر صاحب کی موت احساس کے اَن گنت سوتے رواں کر گئی......

قانونِ ناموسِ رسالت کے خلاف اعتراضات کا بودا پن تاثیر صاحب کی ہلاکت سے قبل معروف صحافی اوریا جان کا ایک کالم روزنامہ ایکسپریس میں شائع ہوا تھا، اس کالم میں اوریا جان نے یہ نکتہ اٹھایا تھا کہ متعدد ایسے قوانین ہیں جن کے غلط استعمال سے ہزاروں بے گناہ سزا کا شکار ہوتے ہیں جن میں سرِ فہرست قتلِ عمد کی دفعہ ۳۰۲ ہے اور اسی طرح منشیات کے خلاف قوانین ہیں۔ ان قوانین کا فائدہ اٹھا کر بے گناہوں کے ذمے قتل کی وارداتیں تھوپ کر اور معصوم افراد کی جیبوں سے زبردستی ہیروئن کی پڑیاں برآمد کر کے پولیس اور بااثر لوگ اسی معاشرے میں لوگوں کو نہ صرف جیلوں میں سڑا دیتے ہیں بلکہ پھانسی گھر تک بھی پہنچا دیتے ہیں۔ مگر آج تک اسما جہانگیر، جاوید غامدی اور تاثیر صاحبان قبیل کے لوگوں نے قتل اور منشیات کے خلاف ان قوانین کو ختم کرانے کی کوئی آواز نہیں اٹھائی؟ جو لوگ ناموسِ رسالت کے خلاف قوانین پر اعتراضات کر رہے ہیں اُن کے استدلال کا بودا پن بہت واضح ہے۔

ایک جنازہ جس کی پیشوائی کے لیے کوئی عالمِ دین نہ ملا ۴ جنوری کو جب قومی اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا تو ڈاکٹر فہمیدہ مرزا نے حامد سعید کاظمی صاحب (سابق وفاقی وزیر مذہبی امور، جو حج کے موقع پر بدعنوانیوں کے اسکینڈل کے منظر عام پر آنے کے بعد وزارت سے نکالے گئے) سے فتویٰ پوچھا کہ کیا سلمان تاثیر کے لیے دعائے مغفرت کی جا سکتی ہے؟ جس پر حامد سعید کاظمی کا کہنا تھا کہ دعائے مغفرت تو نہیں کی جا سکتی لیکن دعائے خیر کی جا سکتی ہے جس کے بعد حامد کاظمی نے (نہ جانے کون سی) دعا کرائی اور اجلاس ملتوی ہو گیا۔ ماڈریٹ اسلام کے حامل بریلوی مکتبہ فکر کے سینکڑوں علماء کا فتویٰ تاثیر صاحب کی نمازِ جنازہ کے لیے ایک مسئلہ بن گیا، بادشاہی مسجد کے امام صاحب نے تو صاف انکار ہی کر دیا، اور مقبرے (معروف بہ داتا دربار) سے ملحق مسجد

کے امام نے بھی یہ اعزاز نہ لینا چاہا، اور نہ ہی کوئی دوسرا قابلِ ذکر عالمِ دین اس جنازے کی ذمہ داری لینے کے لیے تیار ہوا، تو پیپلز پارٹی کے علماء ونگ کے ایک 'بزرگ' کو یہ خدمت سونپی گئی اور وہ جس انداز سے ٹی وی پر دکھائی گئی اُس سے یہ عیاں تھا کہ اُن کو یا تو جنازہ پڑھانا نہیں آتا تھا یا انہوں نے بھی حامد کاظمی صاحب کی طرح دعائے مغفرت سے جان چھڑائی، حد یہ ہے کہ اس انداز کی انوکھی نمازِ جنازہ کا ٹی وی چینلز بھی حیرت سے بھرپور خبر کے طور پر تذکرہ کرتے رہے۔

ناچار مسلمان شو: اسلام اور اُس کے شعائر کا برملا مذاق اڑا کر بھی سیکولر طبقے کی یہ مجبوری ہے کہ وہ نکاح، جنازوں اور دیگر بہت سارے معاملات میں ناچار مسلمانوں جیسا رویہ اختیار کریں، آخر اُن کی عقل پرستی اور دیانت داری یہاں کیوں شدید منافقت کا شکار ہو جاتی ہے؟ جو لوگ اللہ، رسول کا اور اُس کے شعائر کا مذاق اڑانے سے دریغ نہیں کرتے کیا چیز ہے کہ کھل کر بھی وہ اپنے آپ کو اسلام سے علیحدہ نہیں کر سکتے، وجہ صاف ظاہر ہے کہ پھر انہیں بہت سارے معاشرتی نقصانات بھی برداشت کرنا پڑیں گے! اُن کے نزدیک اسلام سے برملا بے زاری کے اظہار سے بہتر یہ ہے کہ اسلام کا چولا اوڑھ کر عوام کو بے وقوف بنایا جائے اور اُس اللہ (نعوذ وا باللہ) سے تمسخر کیا جائے جس پر وہ شعوری یقین نہیں رکھتے، جان لیا جائے کہ اللہ اُن سے مذاق کر رہا ہے اور جلد انہیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ سرکشی میں اندھے ہو گئے تھے؛ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِءُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ۔ عوام کا معاملہ بھی یہ ہے کہ انہوں نے اسلام سے اپنا تعلق بس نام کی حد تک برقرار رکھا ہوا ہے اس ہی لیے وہ اس معاملے میں بے وقوف بنتے ہیں ورنہ دنیا کے ہر معاملے میں بہت ہشیار ہیں، اپنے حق کو پہچاننا تو ہے ہی ضروری یہ سب دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے میں نہ بندوں کی شرم رکھتے ہیں اور نہ اللہ کی، اس ہی لیے اللہ نے اِن پر اِن ہی جیسے فرماں روا مقرر کر دیے ہیں۔

نیا گورنر کون ہوگا: جس طرح بے نظیر کی موت سے سب سے زیادہ فائدہ جناب زرداری صاحب کو پہنچا تھا اُسی طرح اِس مرتبہ پھر آصف زرداری قسمت کے دھنی نکلے اور تاثیر صاحب کی موت سے بھی فائدہ اُنہی کو پہنچا۔ اب جناب زرداری صاحب کے ہاتھ میں تھا کہ کس طرح اس موقع کو استعمال کریں اور کیوں کر اپنی پسند کا ایسا گورنر لائیں جو بالکل وفادار غلاموں کی مانند جنابِ صدر کی ہر بات پر آمنّا وصدقنا کہہ سکے اور ہر کام میں اپنی عقل کے بجائے جناب زرداری کی رضا اور اُن کی کرسی صدارت کی حفاظت کو اپنا فرضِ اوّلین سمجھے، اگرچہ کہ تاثیر صاحب میں بھی یہ خصوصیات بدرجہ اتم موجود تھیں اور کم و بیش ہر موقع پرست سیکولر فرد میں یہ خصوصیات ہوتی ہیں مگر تاثیر صاحب ایک پڑھے لکھے گھرانے سے تعلق رکھنے کے حوالے سے کچھ اپنی عقل بھی استعمال کرتے تھے اور اپنی پسند و ناپسند کا بھی خیال رکھتے تھے اب جب کہ زرداری صاحب کو یہ موقع دوبارہ ملا ہے وہ کسی بھی ایسے شخص کو نہیں لائیں گے جو زرداری صاحب کے مقابلے میں اپنی کوئی رائے رکھتا ہو اور اُسے استعمال کرنے کی جرات کرتا ہو۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب اس فانی اور حقیر دنیا کے حکم راں اپنے خلیفوں سے ایسی اطاعت اور فرماں برداری چاہتے ہیں اور اُن کے وفادار بندے اُن کی اس توقع پر پورا اترنے

کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں تو الٰہ العالمین جو احکم الحاکمین ہے اُس کی بلا چون و چرا اطاعت اس کے فرماں برداروں پر کتنی ضروری اور واجب ہے۔ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ O أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ O

مسیحیوں کے اجتماعات، مظاہرے اور ووٹ: پیپلز پارٹی کی گرتی ہوئی ساکھ کو مرتے مرتے تاثیر صاحب بے ساکھی لگا کر چلے گئے، پیپلز پارٹی کا اصل ووٹ بنک، قادیانی، عیسائی اور مسلمانوں کی اکثریت کے لیے نامانوس طبقات ہیں۔ ان طبقات کی بلاک ووٹنگ کے ساتھ نام نہاد 'موقع پرست مسلمانوں' کا تعاون پیپلز پارٹی کو انتخابات میں اوپر لے کر آتا ہے۔ ان طبقات کی کبھی یہ ہمت نہ ہو سکتی تھی کہ اتنی جرات کے ساتھ ۹۵ فی صد عوام کی حمایت رکھنے والے ناموسِ رسالت کے قوانین کے خلاف اعلانیہ مظاہرے کر سکتے مگر جیل میں آسیہ سے ملاقات کے لیے تاثیر کی دلیرانہ جرات اور پیپلز گورنمنٹ کی پشت پناہی نے ان کو اس قابل بنایا ہے کہ وہ اکثریت کے سینے پر مونگ دل سکیں چناں چہ پورے ملک میں جماداروں نے بھرپور مظاہرے کیے اور اب یہ بات یقینی ہوگئی ہے کہ عیسائی ووٹ بنک ۱۰۰ فی صد پیپلز پارٹی کا ہوگا، مخلوط انتخابات کے تحت یہ اپنے 'ہم خیال مسلمانوں' کے ساتھ مل کر بھی اسمبلی میں پیپلز پارٹی کو لائیں گے اور اقلیتی سیٹوں پر بھی...... پیپلز پارٹی کے دہرے مزے ہیں، یوں اس ملک میں پسِ پردہ اقتدارِ اعلیٰ تو موقع پرستوں کے بل پر اہلِ تشیع، عیسائیوں اور قادیانیوں اور دیگر بلاک ووٹرز کو ہی حاصل رہتا ہے۔

ماڈریٹ اِسلام ہاتھ سے نکلا جاتا ہے: سلمان تاثیر کے قتل سے جو ایک بات بہت واضح ہو کر سامنے آئی کہ اِس ملک میں ترکی کی طرح اسلامیان کا اصل مقابلہ اب سیکولرازم کے ساتھ ہے۔ سیکولر طبقہ تمام اسلامی ممالک میں اسلام سے ہم دردی رکھنے والے عوام پر دولت، اقتدار، میڈیا اور اندرونی و بیرونی عسکری قوت کے بل پر عیّاری کے ساتھ مسلط ہے۔ پوری مسلم امت کے عوام کی ایک کم زوری یہ ہے کہ وہ انتہائی غربت کے ساتھ لکھنے پڑھنے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتی اور جو یہ صلاحیت رکھتے ہیں وہ دو وقت کی روٹی کے لیے اتنے مصروف رہتے ہیں کہ قرآن کو پڑھنے اور سمجھنے کے لیے وقت نہیں نکال پاتے۔ میڈیا اپنی پوری قوت سے خود ساختہ 'سیکولر اسلام' کا پرچار کرنے پر مصروف رہتا ہے۔ 'ماڈریٹ اسلام' یا 'سیکولر اسلام' یہ ہے کہ اُس کو صرف ہائے ہو کے حلقوں، قبروں، بدعات سے آلودہ چند عبادات اور رسومات تک محدود رکھا جائے اور باقی پوری زندگی سے اُس کو بے دخل کر دیا جائے، خصوصاً سیاسی بالادستی، معیشت، عدالتوں، پارلیمینٹ کے ایوانوں اور مردوں، عورتوں اور انسانوں کے باہمی تعلقات کے بارے میں عقلِ انسانی کو وحی کی رہ نمائی سے آزادی دلائی جائے جو قرآن کسی صورت دینے کو تیار نہیں ہے۔ قرآن بانگ دہل یہ کہتا ہے کہ اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا ہی اس لیے ہے کہ ......لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ O (دینِ حق کو سارے ادیانِ باطلہ پر غالب کر دے۔)

کلمہ گو عوام کی اکثریت چوں کہ قرآن کی تعلیمات کا مطالعہ نہیں کر پاتی چناں چہ وہ 'سیکولر مولویوں' کے ہتھے چڑھ جاتے

ہیں۔عیسائیت کے ساتھ سیکولرازم کی کش مکش میں اُس کا یہ طریقِ واردات بہت واضح رہا کہ اوَّ لاًوہ مذہب کو چند عبادات اور رسومات تک محدود کرے اور پھر دنیا پرستی اور جنسی دیوانگی کے چکر میں اتنا ڈال دے کہ وہ اِس سے بھی ہاتھ دھولیں۔اسلام پر ہاتھ صاف کرنے کے لیے سب سے بڑی مشکل قرآن اور سنت کی بلا آمیز موجودگی ہے۔جو سیاسی اسلام (بقول مغربی مفکرین) کا اصل ہتھیار ہیں۔چناں چہ مسلم عوام کو گم راہ کرنے کا ایک ہی طریقہ اِن کے پاس رہ جاتا ہے وہ یہ کہ اِن کے درمیان ُسیکولر اور ماڈریٹ اسلام‘ کی بیش از بیش ترویج کی جائے ،مغرب کے سیکولر فلاسفرز کا خیال ہے کہ صوفی ر بریلوی مکتبِ فکر زیادہ ماڈریٹ ہے مگر معاملہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت میں وہ بہت آگے ہیں،اللہ کا یہ کرم ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت اسلام کی بنیاد بنتی ہے، چاہے اس کے مقتضیات سے آگاہی ہو یا نہ ہو، آدمی خود سنت پر عمل نہ کرتا ہو مگر رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی سے اپنی جان اور ہر چیز سے زیادہ محبت کرتا ہو۔مشرف کے بعد زرداری صاحبان کو جو پے بہ پے اس ملک کے عوام پر مسلط رہنے میں کام یابی حاصل ہوئی اُس سے سیکولر طبقوں کی ہمتیں اتنی بڑھ گئیں کہ حدود آرڈیننس پر (اسمبلی میں ایم ایم اے کی موجودگی میں) کامیاب حملے کے بعد انہوں نے ناموسِ رسالت کے قوانین پر ہاتھ صاف کرنے کی ہمت کی ،اُس کے جواب میں اُن کے پسندیدہ ماڈریٹ اسلام نے سلمان تاثیر کو اس راہ پر آگے بڑھنے سے روک کر کسی اور راہ پر روانہ کر دیا،اب بتاؤ کریں تو کیا؟

قرآن اور حبِّ رسول اسلام کے وہ ہتھیار ہیں جن سے گزشتہ کل بھی اسلام نے ایک عالم کو فتح کیا تھا،یہی وہ ہتھیار ہیں جن سے آنے والی کل بھی غلبہِ اسلام کی نوید لائے گی۔(ان شاءاللہ)

نفسیاتی تجزیے: سلمان تاثیر کا اپنے ہی باڈی گارڈ کے ہاتھوں قتل کوئی انوکھا اس لحاظ سے نہ تھا کہ اس سے قبل صدر سادات اور اندرا گاندھی بھی اسی طرح اپنے محافظوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ایجنسیوں نے اب یہ طے کیا ہے کہ آئندہ گارڈز کی تعیناتی اور تقرر سے قبل تمام گارڈز کا نفسیاتی تجزیہ کیا جائے گا تا کہ کوئی بنیاد پرست گھس نہ سکے،عسکری، انتظامی اور عدلیہ کے اداروں میں صفائی کا یہ کام ترکی اور مصر میں خوب ہوا ہے اور اب بنگلہ دیش میں بھی جاری ہے، مشرف صاحب نے بھی کافی کاوشیں کی ہیں یہ ترکیب خوب اور بروقت بھی ہے مگر ماہرینِ نفسیات کا تقرر کرتے وقت خاص خیال رکھنا ہوگا۔ افغانستان یا عراق نہیں بلکہ امریکا کی سرزمین ٹکساس میں ۶ نومبر ۲۰۰۹ء کو مشہور ماہرِ نفسیات امریکی میجر احمد ندال حسین ملک نے اپنی سرکاری ڈیوٹی یعنی جنگی فوجیوں کے نفسیاتی معائنے کے دوران آرمی کے کیمپ میں فائرنگ کر کے ۱۲ امریکی فوجی ہلاک کر دیے تھے اور ۳۰ شدید زخمی کیے تھے،کہنا صرف یہ کہ ماہرین نفسیات کا بھی ذرا اچھی طرح نفسیاتی معائنہ کرا لیا جائے!!! کیا ابھی وقت نہیں آیا ہے کہ اسلام کا مقابلہ ننگی طاقت سے لوگوں کو دیوار سے لگا دینے کے بجائے دلیل کے میدان میں برابری کی سطح پر کیا جائے،تہذیبی جنگ تہذیب کے ساتھ لڑی جائے!

اہلِ دین اور سیکولر طبقات کا ووٹوں کے لیے تعاونِ باہمی: باوجود اس کے کہ سلمان تاثیر صاحب سیکولر ازم کے علم برداروں اور معاشرے کو اس رخ پر لے جانے والے سرخیلوں میں سے تھے اور اہلِ دانش اور دنیا کے لیے بڑے باکمال مگر اہلِ دین کے لیے ایک چیلنج تھے، سالِ گزشتہ فروری میں نواز دشمنی ایک دینی جماعت کو لاہور میں جاوید ہاشمی کی خالی سیٹ پر ضمنی انتخاب میں یہاں تک لے گئی تھی کہ اُس کے امیدوار نے تاثیر صاحب سے ملاقات کر کے نواز دشمنی کے حوالے سے تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی تھی، آج ناموسِ رسالت کے نام پر سب سلمان تاثیر کو دشنام دے رہے ہیں مگر کل صرف انتخابی جوڑ توڑ کے کمالات دکھانے کے لیے غلبہ دین کے علم بردار اِس کے دربار میں حقیر فائدوں کے لیے حاضری لگانے گئے تھے تاثیر کا غلبہِ اسلام کی تحریک سے تعلقِ معکوس اور اہلِ دین سے دشمنی ہمیشہ سے واضح تھی جس کی یہ لوگ آج نہ نمازِ جنازہ پڑھنے کے روادار ہیں نہ ہی اُس کی موت پر افسوس کے اظہار کے! سلمان تاثیر کی شخصیت کا یہ پہلو کوئی نیا نہیں تھا جس کا انکشاف اسلامی جماعتوں کے سربراہوں پر صرف کسی مجرم عورت سے جیل میں ملاقات پر ہوا ہو مگر براہِ ووٹوں کی سیاست کا کہ غلبہ دین کے علم بردار اُس کے در پر بھی تعاون کے سوالی بن کے حاضر تھے! انتخابی حسابات نمٹانے کی خاطر جب دشمنوں کے ساتھ پینگیں بڑھائی جاتی ہیں تب کہیں دشمن کو ہمت ہوتی ہے کہ وہ 'بہادری' دکھائے جو تاثیر صاحب جیل جا کر دکھانے کے قابل ہوئے تھے، کاش لوگ جانیں کہ یہ بہادری اُنہیں کس کس کی وساطت سے ملی تھی!!!

سیکولر بہادری: آزادی اور اباحیت پسندوں کا ایک طبقہ ہے جو تاثیر صاحب کی بہادری پر بڑے ڈونگرے برسا رہا ہے کہ جناب کیا اصول پسند آدمی تھا جس نے اصول کی خاطر اپنی جان تک دے دی! اس اصول پرستی پر میرا دل تڑپ اُٹھتا ہے کہ وہ اپنی پوری پارٹی کے ساتھ آخر دم تک لگے رہے جو اِس ملک میں کرپشن کے ریکارڈ قائم کر رہی ہے اور کبھی اُن کی اصول پسندی نے ملک کو کرپشن کے ذریعے لوٹنے والی زرداریوں کی فوج (ظفر موج) کو نہیں للکارا، پورے ملک میں اُن کی پارٹی اور اقتدار پر بندر بانٹ کے شرکاء (coalition government) کراچی میں خون کی ہولی کھیل رہے ہیں اور ایک دوسرے کی ٹارگٹ کلنگ میں مصروف ہیں روزانہ درجنوں ماؤں کے لال اِس طرح تڑپا دیے جاتے ہیں جیسے 'اصول پسند' اپنی شکار گاہ جاگیروں میں شکار کر رہے ہوں اور کوئی اصول اُس 'مردِ بہادر' کی زبان پر اِس برپا خونی جنگ کو رکوانے کے لیے نہ آسکا۔ پیار آیا بھی تو کس پر اور اصول یاد آیا بھی تو کس پر...... اُس پر جس نے رحمت للعالمین کی شان کو خاکم بدہن ٹارگٹ بنایا، اے ٹارگٹ کلنگ کے ماہر بہادرو! تم بہادر اتنے کہ کھانا کھانے بھی باڈی گارڈز کے بغیر نکل نہیں سکتے اور غریبوں کے ہمدرد اتنے کہ کبھی وہ کھانا نہ کھا سکو جو غریب کھاتے ہیں۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ دینار و درہم کے بندوں کا، گرم کھانوں، بستروں اور بانہوں کے اسیروں کا اصولوں سے کیا تعلق؟ غریبوں سے اور اصولوں سے کیا

واسطہ؟ یہ سب تمہاری بہانے بازی ہے، دینِ اسلام کے خلاف، دینِ محمدِ عربی ﷺ کے خلاف (تمہاری آرزو) کہ وہ اس ملک میں کبھی غالب نہ آسکے اور تمہاری مادر پدر آزاد وآزار تہذیب اس سرزمین پر نافذ رہے۔ اِس مقصد کے لیے تم سیکولرازم کا طبلِ جنگ بجانے کے لیے جیل میں ملاقات کے لیے گئے تھے! تم یہ اندازہ کرنے گئے تھے کہ غلامانِ محمد عربی ﷺ میں کتنی جان باقی ہے، اس 'اسلامی جمہوریہ پاکستان' کو امریکی کالونی بنانے اور 'یک خاندانی پاکستان' بنانے کے لیے اپنے عزائم کا اعلان کرنے گئے تھے، سیکولر 'سپاہیوں' کی بہادری بہت جانی پہچانی ہے اور محمدِ عربی ﷺ کے دین کی خاطر اللہ کے لیے شہید ہونے والوں کی شان بھی بہت معروف ومعلوم ہے، جن کی شہادت پر اُن کے ساتھی رشک کرتے اور گھر والے شادمان ہوتے ہیں، جن کی کبھی تعزیت نہیں کی جاتی! رہے 'سیکولر سپاہی' وہ تو ڈرے سہمے باڈی گارڈز کے جلو میں زندگی سے محبت میں ڈوبے ہوئے پیٹ پوجا کرتے ہوئے مارے جاتے ہیں.......... ہائے یہ کسی اصول پرست کی 'بہادری' جس پر واری واری قربان جایئے!!!

حالات کا رخ بدل رہا ہے، ہشیار! تاثیر صاحب کے اس دنیا سے اس انداز سے چلے جانے کا واقعہ ایک اور پہلو کی بہت وضاحت کر گیا ہے۔ یہ اللہ کی سنت رہی ہے لِيَمِيزَ اللّٰهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ...... کہ وہ خبیث سے طیب کو الگ کرتا ہے وہ اللہ سے باغی لوگوں پر اُن کے اعمال کی واضح گواہیاں ثبت کرانا چاہتا ہے کہ وہ اسلام کو اپنے لیے دین کے طور پر قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ جس دیدہ دلیری سے عوام کی اکثریت کی نمائندہ جماعتیں اسلام کے شعائر کا مذاق اڑا رہی ہیں اور اُن کے کارکنان جس بے لوثی اور عقیدت کے ساتھ اپنی قیادت کی سیکولر فکر پر آمنّا وصدقنا کہہ رہے ہیں وہ یہ ظاہر کر رہا ہے کہ نسلی مسلمانوں کے غولِ بیابانی اب اسلام کے لیے محض نام کی ظاہری مروت کو بھی کھو رہے ہیں۔

مسلم لیگ کے زعما کو اپنے اقتدار کے ساتھ مسلمانوں کے سیاسی اور معاشی مفادات بھی یقیناً عزیز تھے مگر لیگ کو اپنے قیام کے روزِ اوّل سے کبھی اسلام (یا غلبۂ اسلام) سے دل چسپی نہیں رہی، اسلام کے نام پر مسلم لیگ نے تقسیمِ ہند کے موقع پر عام مسلمانوں کو اپنا ہم نوا بنانے کا کام شروع کیا، اِس ترکیبِ خاص سے اسلام کے نام پر ملک تو بن گیا لیکن مسلم لیگ نے اپنی افتادِ طبع کے مطابق ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ اس ملک میں اسلام غالب نہ آنے پائے مگر قبل تقسیم اِن کے کیے ہوئے وعدوں کو یاد دلا کر اسلامی جماعتیں مسلم لیگ کو اسلامی دستور اور اسلامی نظام کے لیے مجبور کرتی رہیں۔ عوام کی اکثریت اسلام سے دوری اور شدید بدعملی اور منافقت کے شکار ہونے کے باوجود ہمیشہ ظاہری طور پر اسلام کا دم بھرتی رہی اور اسلامی جماعتیں اس بھرّے میں رہیں کہ ایک دن یہ عوام کالانعام اُن کو اپنے ووٹوں سے اقتدار میں بھی لے آئیں گے مگر عموماً طور پر بیلٹ بکس سے منتخب ہو کر عوام کے منظورِ نظر ﴿ باقی صفحہ ۳۲ پر ملاحظہ فرمایئے ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درسِ قرآن

سید زاہد حسین

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مِيْثَاقَهُ الَّذِىْ وَاثَقَكُمْ بِهٖ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہ (المائدہ۔۷)

ترجمہ: ''اللہ نے تم کو جو نعمت عطا کی ہے اس کا خیال رکھو اور اُس پختہ عہد و پیمان (میثاق) کو نہ بھولو جو اس نے تم سے لیا ہے، یعنی تمہارا یہ قول کہ ''ہم نے سنا اور اطاعت قبول کی'' اللہ سے ڈرو، اللہ دلوں کے راز تک جانتا ہے''۔

گزشتہ درس میں ''عہد'' کے حوالے سے بات کا آغاز کرتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے اپنے زاویہ نگاہ کو ایمان کے مطابق بنانے کی ضرورت اور اہمیت پر بات کی گئی تھی کہ یہ وہ اوّلین چیز ہے جو ہمیں ہمارے دینی فرائض سے عہدہ برآ ہونے کے لیے درکار ہے۔ آیئے اب کچھ ان عہدوں کی بات کی جائے جو اللہ تعالیٰ نے ہم سے لیے ہیں اور جن کی تکمیل پر ہم سے اپنی رضا اور جنت کے وعدے کیے ہیں۔

پہلا عہد: اللہ تعالیٰ کے، بندوں سے لیے جانے والے عہد اولین عہد یعنی ''عہدِ الست'' جو اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ آدم کے موقع پر عالمِ بالا میں تمام انسانوں سے لیا، وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بندگی و اطاعت اختیار کرنے کا تھا:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ م بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ (الاعراف۔۱۷۲)

ترجمہ: ''اے نبیؐ، لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جب تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا، اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا ''ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں، ہم اس پر گواہی دیتے ہیں'' یہ ہم نے اس لیے کیا کہ قیامت کے روز تم یہ نہ کہہ دو کہ ''ہم تو اس بات سے بے خبر تھے''۔...... جس اقرار کا تذکرہ یہاں کیا جا رہا ہے وہ اقرار اس بات کا تھا کہ ہم دنیا میں جانے کے بعد بھی اللہ رب العالمین ہی کی اطاعت کریں گے۔

دوسرا عہد: شیطان کی بندگی (اطاعت) نہ کرنا: اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ہ (یٰس۔۶۰) ترجمہ: ''اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے''۔

تیسرا عہد: وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مِيْثَاقَهُ الَّذِیْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَاتَّقُوْا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہ (المائدہ۔۷)......ترجمہ: ''اللہ نے تم کو جو نعمت عطا کی ہے اس کا خیال رکھو اور اُس پختہ عہد و پیمان (میثاق) کو نہ بھولو جو اس نے تم سے لیا ہے، یعنی تمہارا یہ قول کہ ''ہم نے سنا اور اطاعت قبول کی'' اللہ سے ڈرو، اللہ دلوں کے راز تک جانتا ہے''۔

چوتھا عہد: اللہ کے دین کو دنیا کے سامنے پیش کرنا...... وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ (آلِ عمران۔۱۸۷) ......ترجمہ: ''ان اہلِ کتاب کو وہ عہد بھی یاد دلاؤ جو اللہ نے اِن سے لیا تھا کہ تمہیں کتاب کی تعلیمات کو لوگوں میں پھیلانا ہوگا، انہیں پوشیدہ رکھنا نہیں ہوگا''۔

یہ عہد جس طرح سابقہ امتوں سے لیا گیا تھا، بالکل اسی طرح یہ معاہدہ ہم سے بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب محفوظ حالت میں ہمارے پاس موجود ہے اور اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ اسے قائم و نافذ کر کے دنیا کے سامنے اس کے برحق ہونے کی عملی شہادت پیش کریں۔

پانچواں عہد: جینا اور مرنا اللہ ہی کے لیے.......... تجارت بھی معاہدہ ہی کی ایک شکل ہے۔ اس اسلوب کو اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ط (التوبہ۔۱۱۱) ترجمہ: ''حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے عوض خرید لیے ہیں''۔ اس معاہدے کے تحت ہمارے جان و مال سب اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ لہٰذا اسی کے لیے جییں گے اور اسی کی خاطر مریں گے۔ انہی معاہد لوگوں کا تذکرہ دوسری جگہ ان الفاظ میں فرمایا: ...... مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ہ (الاحزاب۔۲۳) ترجمہ: ''اہلِ ایمان میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا ہے۔ ان میں سے کوئی اپنا عہد پورا کر چکا اور کوئی وقت آنے کا منتظر ہے''۔

مذکورہ سارے عہد، وعدے اور میثاق اللہ تعالیٰ نے مومنین سے لیے ہیں اور اُن ہی سے اس کے بارے میں باز پرس بھی کی جائے گی۔ کیوں کہ عہد کی پاس داری ایمان کے تقاضوں میں سے ہے:

وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ہ (بنی اسرائیل۔۳۴) ترجمہ: ''اپنے عہدوں کی پاس داری کرو بے شک عہد کے بارے میں پوچھ گچھ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے اہلِ ایمان سے وعدے: اہلِ ایمان سے اللہ تعالیٰ کا پہلا اور اصل وعدہ تو جنت کا ہے۔ سورہ توبہ کی مذکورہ بالا آیت میں آگے ارشاد ہوا: يُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ

حَقًّا فِی التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ط وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ط وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ (التوبہ۔۱۱۱) ترجمہ:''وہ اللہ کی راہ میں لڑتے اور مارتے اور مرتے ہیں ان سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمے ایک پختہ وعدہ ہے، تورات اور انجیل اور قرآن میں، اور کون ہے جو اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہو؟ پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے اللہ سے چکالیا ہے، اور یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔''

اطاعت گزار لوگوں کا انجام بخیر ہونا اور بہترین رفیقوں کے ساتھ جنت میں جانا: وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ط ۝ (النساء. ٦٩) ترجمہ:''اور جو بھی اللہ تعالیٰ کی اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، جیسے نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ، یہ بہترین رفیق ہیں''۔(النساء۔٦٩)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت اور مغفرت کے وعدے تو اہلِ ایمان سے بار بار کیے گئے ہیں۔اسی کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی مدد، نصرت اور کام یابی کے وعدے موجود ہیں:

وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ یُمَتِّعْکُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّیُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ط وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ کَبِیْرٍ ۝ (ہود۔٣)

ترجمہ:''اور یہ کہ تم اپنے رب سے معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ ایک مدتِ خاص تک تم کو اچھا سامانِ زندگی دے گا اور ہر صاحبِ فضل کو اس کا فضل عطا کرے گا۔لیکن اگر تم لوگ جھٹلاتے رہے تو میں تمہارے لئے ایک بڑے ہول ناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں''۔

اسی طرح سورہ النحل میں فرمایا: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ (النحل۔٩٧)

ترجمہ:''جو شخص بھی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے۔اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق دیں گے''۔

مندرجہ بالا وعدے اہلِ ایمان سے انفرادی طور پر کیے گئے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ سے اجتماعی طور پر بھی کچھ وعدے کیے ہیں، جن کا مصداق یہ امت اپنے اوپر عائد کی جانے والی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی صورت میں قرار پائے گی۔

وَ لَا تَھِنُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ہ

ترجمہ: ’’دل شکستہ نہ ہو غم نہ کرو، تم ہی غالب رہو گے، اگر تم مومن ہو‘‘۔

اس وعدے کی شرط ’’وہن‘‘ اور ’’حزن‘‘ کا نہ ہونا ہے، اور ان چیزوں کے موجود نہ ہونے کو بھی ایمان کی موجودی سے مشروط کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح آیۂ استخلاف دیکھیے:

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّھُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِھِمۡ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَھُمۡ دِیۡنَھُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَھُمۡ وَ لَیُبَدِّلَنَّھُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِھِمۡ اَمۡنًا ط یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡئًا ط وَ مَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ہ (النور۔۵۵)

ترجمہ: ’’اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں، کہ وہ ان کو زمین میں اسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے، ان کے لیے ان کے اُس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے، اور ان کی (موجودہ) حالت خوف کو امن سے بدل دے گا‘‘۔

اللہ تعالیٰ کے قانون اور اس کی شریعت کو بالا دست کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں اہلِ ایمان سے رزق کی فراوانی کا وعدہ بھی کر رکھا ہے:

وَ لَوۡ اَنَّھُمۡ اَقَامُوا التَّوۡرٰىۃَ وَ الۡاِنۡجِیۡلَ وَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡھِمۡ مِّنۡ رَّبِّھِمۡ لَاَکَلُوۡا مِنۡ فَوۡقِھِمۡ وَ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِھِمۡ ط (المائدہ۔۶۶)۔ ترجمہ: ’’کاش انہوں نے (اہلِ کتاب نے) تورات اور انجیل اور دوسری کتابوں کو قائم کیا ہوتا جو ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی تھیں۔ ایسا کرتے تو ان کے لیے اوپر سے رزق برستا اور نیچے سے ابلتا‘‘۔

حق کو سر بلند کرنے کی جدوجہد کرنا اہلِ ایمان کے ایمان کا تقاضا ہے۔ اس جدوجہد کے تمام مراحل میں اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی معیت اور نصرت کا یقین دلاتا ہے:

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰہَ یَنۡصُرۡکُمۡ وَ یُثَبِّتۡ اَقۡدَامَکُمۡ ۞ (محمد۔۷)

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم مضبوط جما دے گا‘‘۔

وَ اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَ تَتَّقُوۡا لَا یَضُرُّکُمۡ کَیۡدُھُمۡ شَیۡئًا ط اِنَّ اللّٰہَ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ مُحِیۡطٌ ۞ (آلِ عمران۔۱۲۰) ترجمہ: ’’مگر ان کی کوئی تدبیر تمہارے خلاف کارگر نہیں ہو سکتی بشرطیکہ تم صبر سے کام لو اور اللہ سے ڈر کر کام کرتے رہو، جو کچھ یہ کر

رہے ہیں اللہ اس پر حاوی ہے''۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہ وعدے کب پورے ہوں گے؟اس بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ اَوفُو بِعَھدی اُوفِ بِعَھدِکُم (البقرہ) ترجمہ:''میرے ساتھ تمہارا جو عہد تھا اسے تم پورا کرو تو میرا جو عہد تمہارے ساتھ ہے اسے میں پورا کروں''۔

اللہ تعالیٰ کے ہم سے یہ وعدے دراصل اللہ تعالیٰ کا وہی قانون ہیں جو اس دنیا میں جاری وساری ہے، جس کے مطابق ہر عمل کا ایک نتیجہ مقرر ہے جو لازماً مرتّب ہو کر رہتا ہے۔اور کسی بھی نتیجہ کو حاصل کرنے کے لیے پہلے عمل درکار ہوتا ہے۔

عہد/میثاق توڑنے کا انجام

ا۔علامت فسق ہونے کے سبب ہدایت سے محرومی:

...وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (البقرہ۔۲۶۔۲۷)

ترجمہ:''اور گمراہی میں (اللہ تعالیٰ) صرف ان ہی کو مبتلا کرتا ہے جو فاسق ہیں۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو مضبوط باندھ لینے کے بعد توڑ دیتے ہیں، اللہ نے جسے جوڑنے کا حکم دیا ہے، اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں، حقیقت میں یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں''۔

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر عہد شکنی کی قباحت اس طرح بیان کی گئی:

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝ (سورہ الرعد۔۲۵)

ترجمہ:''اور رہے وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو مضبوط باندھ لینے کے بعد توڑ ڈالتے ہیں، جو اُن رابطوں کو کاٹتے ہیں جنہیں جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، وہ لعنت کے مستحق ہیں اور ان کے لیے آخرت میں بہت برا ٹھکانہ ہے''۔

سورہ آلِ عمران میں بھی یہی بات بیان ہوئی:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (آلِ عمران۔۷۷)

ترجمہ: ''بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں تو ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نہ ان سے بات کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لیے تو سخت دردناک سزا ہے''۔

اللہ کی طرف سے لعنت اور قبولیتِ حق کی صلاحیت چھن جانا

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلاً مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ہ (المائدہ۔۱۳) ترجمہ: ''پھر یہ ان کا اپنے عہد کو توڑ ڈالنا تھا جس کی وجہ سے ہم نے انہیں اپنی رحمت سے دور پھینک دیا اور ان کے دل سخت کر دیے۔ اب ان کا حال یہ ہے کہ وہ بات کو کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں۔ جو تعلیم انہیں دی گئی تھی اس کا بڑا حصہ بھلا بیٹھے ہیں اور آئے دن تمہیں ان کی ایک نہ ایک خیانت کا پتہ چلتا رہتا ہے۔ ان میں سے بہت کم لوگ اس عیب سے بچے ہوئے ہیں۔ (پس جب یہ اس حال کو پہنچ چکے ہیں تو جو شرارتیں بھی یہ کریں، ان سے عین متوقع ہیں) لہٰذا انہیں معاف کرو اور ان کی حرکات سے چشم پوشی کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو احسان کی روش رکھتے ہیں''۔

آج امّتِ مسلمہ کی پستی و بدحالی کا بنیادی سبب اللہ تعالیٰ سے کیے گئے عہد کو بحیثیتِ مجموعی توڑ دینا، غلبہِ باطل پر راضی ہو جانا اور اللہ تعالیٰ سے کیے جانے والے اپنے وعدوں کو پورا نہ کرنا ہے۔

ترقی، عزت اور غلبہ نہ تو ہمیں کسی میثاقِ جمہوریت کے نتیجے میں حاصل ہوگا اور نہ ہی کوئی میثاقِ پاکستان یہ معجزہ دکھا سکتا ہے۔ ایسے نام نہاد میثاقوں کا حشر تو ہم دیکھتے ہی چلے آئے ہیں۔ ہمارا مرض بھی ہم پر واضح ہے اور علاج بھی۔ حقیقی فلاح، ترقی، عزت اور غلبہ حاصل کرنے کے اہداف صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے وفاداری نبھانے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے اپنے عہد پر قائم رہنے اور اس کے ساتھ کیے ہوئے اپنے وعدوں کو پورا کرنے کے نتیجے میں حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کے راستے میں باطل کا مقابلہ کرتے ہوئے تحریکِ اسلامی پاکستان اسی بات کی دعوت دیتی ہے اور کوشش کرتی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے جانے والے تمام وعدے، عہد اور میثاق وفا کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ ہم سب سے پہلے اپنی ذات اور اس سرزمین پر جہاں ہم موجود ہیں، دین قائم کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ اگر ہم اپنی اس ذمہ داری کو نبھانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو دراصل یہی پوری دنیا کی فلاح کا بھی نقطہِ آغاز ہوگا!

آسان راستہ

ازافادات 'اسلام دینِ حق' سید قطبؒ...... استفادہ: عزیز مرزا

بادی النظر یہ اعتراض بڑا وزنی نظر آتا ہے کہ اسلام کی بنائی ہوئی شاہ راہ پر زیادہ دیر تک چلتے رہنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ کوئی قوم اس پر کچھ عرصہ تک تو چل سکتی ہے مگر اس کے بعد اسے چھوڑ کر دوسری راہوں کی طرف نکل جائے گی جو اسلام جتنی بلندی اور عظمت تو نہیں دیتیں مگر قوم کو اُن شدید مشکلات سے دوچار ہونا نہیں پڑتا جو اسلام کی راہ میں پیش آتی ہیں۔

بہت سے لکھنے والوں نے طرح طرح سے اس اعتراض کو لوگوں کے ذہنوں میں ابھارنے کی کوششیں کی ہیں اور سمجھانا چاہا ہے کہ اسلام ایک غیر حقیقی اور ناقابل عمل دین ہے اسی لیے انسان اس پر ایک خاص مدت سے زیادہ عمل پیرا نہیں ہوسکتا۔ عیار معترضین سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل پر پیدا ہونے والے خلفشار، سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کش مکش اور ایسے ہی دوسرے موضوعات میں بڑی دلچسپی لیتے ہیں۔

آنحضورﷺ اور پہلے دو خلفائے راشدین نے مسلمانوں کو حکومت کا جو تصور دیا بعد کے دور میں اس سے واضح انحراف ملتا ہے۔ اسی طرح مسلم معاشرے کے بعض سرداروں کا طرزِ عمل بھی اس دور کے اسلامی معیار پر پورا نہیں اترتا۔

بعض مخلص مسلمان جوان واقعات کو پڑھتے ہیں اور یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوجاتے ہیں کہ اسلام کی تاریخ کے سنہرے دور میں بھی ایسی باتیں ہوسکتی ہیں، غیر شعوری طور پر ان عیار معترضین کے آلۂ کار بن جاتے ہیں۔

یہ سارا معاملہ انتہائی غور وفکر کا مستحق ہے اور یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اسلام مختلف ماحول اور حالات میں ایک طویل دور تک انسان کی رہ نمائی کیوں کر انجام دے سکتا ہے اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ سمجھنے کی ہے کہ یہ بالکل غلط ہے کہ اسلام انسانی روح پر ایسی کڑی پابندیاں عائد کرتا ہے جسے وہ ایک محدود عرصے سے زیادہ برداشت نہیں کرسکتی۔ اسلام کی شاہ راہ عظیم الشان شاہ راہ ہے، مگر یہ فطری راہ بھی ہے اور اس کا بڑا سہارا اور سرمایہ انسانی فطرت ہے۔ اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ انسانی فطرت سے اپیل اور اس تک پہنچنے کا صحیح طریقہ کیا ہے۔ وہ آسانی سے انسانی روح میں نفوذ کرجاتا ہے۔ وہ انسانی روح کی صلاحیتوں کا بھی راز دان ہے چنانچہ وہ ان کو جائز حدود سے

کبھی آگے نہیں بڑھنے دیتا اور انہیں مثبت مقاصد کے لیے کام میں لاتا ہے۔ اسلام انسانی روح کی ضروریات اور حاجتوں سے بھی باخبر ہے اور انہیں پورا کرتا ہے۔

جب روح انسانی اپنی حقیقی فطرت سے ہم آہنگ ہو۔ جب اس کی ضروریات پوری ہو رہی ہوں اور اس کی تعمیری صلاحیتوں کو کام کرنے کا میدان ملے تو پھر نہایت آسانی سے اور بغیر کسی جبر کے یہ زندگی کے ساتھ فطری ہم آہنگی پیدا کر لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جو عظمتیں رکھ چھوڑی ہیں انہیں پا لیتی ہے۔ پھر اس عظیم مقصد کی طرف جانے والی طویل راہیں اسے کٹھن معلوم نہیں ہوں گی۔ ان میں اسے تحفظ بھی ملے گا اور خود اعتمادی بھی۔

جو لوگ اسلام کے قابل عمل ہونے پر اعتراضات اور شکوک کا اظہار کرتے ہیں وہ دراصل اس کے اخلاقی اصولوں کی بلندی سے خائف ہیں۔ اس کی اخلاقی پاکیزگی سے خوف زدہ ہیں۔ اس اخلاقی پاکیزگی کے نتیجہ میں ان پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہ انہیں اپنی حیوانی خواہشات کی تکمیل کی راہ میں رکاوٹ نظر آتی ہیں۔ دراصل یہ لوگ اسلامی عقیدے کی اصل حقیقت کو سمجھ ہی نہیں سکے۔ اسلامی اخلاقی بندشوں، پابندیوں اور ممنوعات کا نام نہیں ہے۔ بلکہ اپنی اصل حقیقت کے لحاظ سے یہ ایک مثبت اور تعمیری قوت کا نام ہے۔ یہ وہ قوتِ مُحرّک ہے جو انسان کو مسلسل ترقی اور تکمیلِ ذات پر ابھارتی ہے۔

اسلام کے مطابق مثبت سرگرمی اور عمل کا ایک اخلاقی پہلو بھی ہے۔ انسان زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے اس لیے اس کا فرض ہے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی تمام قوتوں کو تعمیری سرگرمیوں میں صرف کرے۔ نیکی کا فروغ اور بدی کے خلاف جنگ ایک اخلاقی مسئلہ ہے اور اس میں انسان کی شخصیت کو جلا ملتی ہے۔ اسلام کے نزدیک اللہ کی اطاعت اخلاق کی بلند ترین منزل ہے۔

ان اخلاقی پہلوؤں کا جنہیں خواہ مخواہ کی جکڑ بندیاں اور زنجیریں سمجھا جاتا ہے درحقیقت یہ حرکت، آزادی اور قوت کے مختلف مظاہر ہیں۔ مثال کے طور پر اسلام نے آدمی کے لیے ضبطِ نفس کو ضروری قرار دیا ہے اور جنسی بے راہ روی سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ بظاہر یہ اخلاقی پابندی خواہ مخواہ کی قدغن معلوم ہوتی ہے مگر درحقیقت یہ پابندی انسان کو خواہشات کی غلامی سے آزاد کرتی ہے۔ ارادے کو عظمت اور قوت عطا کرتی ہے اور انسان کو اللہ کی مقرر کردہ پاکیزہ حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنی جنسی تاکید کا جائز ذریعہ اپنانے کے قابل بناتی ہے۔

اسی طرح کی ایک مثال خیرات کا حکم ہے۔ یہ بھی انسان کو اپنے اوپر بوجھ معلوم ہوتا ہے۔ مگر درحقیقت یہ خیرات اسے حرص اور لالچ پر فتح حاصل کرنے کے قابل بناتی ہے اور اس کے اندر اجتماعی فلاح و بہبود کا احساس بیدار کرتی ہے۔

اسلام کے نزدیک گناہ اور برائیاں وہ زنجیریں ہیں جن میں انسانی روح گھٹ جاتی ہے اور وہ بالآخر پستیوں میں غرق ہوجاتی ہے۔ چنانچہ سفلی جذبات اور خواہشات سے آزادی اور رہائی ہی اسلام کی نگاہ میں حقیقی آزادی ہے۔ اس کے سارے اخلاقی نظام کی اساس یہ نقطہ نظر ہے۔

اس کی وجہ اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ انسانی فطرت بنیادی طور پر اچھی ہے اور نیکی کی جانب فطری میلان رکھتی ہے۔ انسان کی تخلیق بہترین فطرت پر ہوئی ہے لیکن جب وہ اللہ کے بنائے ہوئے راستے کو چھوڑ کر کسی دوسرے راستے پر چل نکلتا ہے تو وہ انتہائی پستیوں میں جا گرتا ہے۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین امنو وعملو الصالحات

ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر اسے الٹا پھیر کر ہم نے سب نیچوں سے نیچ کر دیا، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔

اسلام انسانی معاشرے میں ایسے حالات اور ایسا ماحول پیدا کرنا چاہتا ہے جو انسان کو غیر فطری کج یوں اور برائیوں سے نجات دلانے میں مدد و معاون ہو۔ چناں چہ وہ انسان کے اندر پوشیدہ نیکی کی تعمیری قوتوں کو ابھارتا ہے۔ وہ انہیں زندگی میں غالب دیکھنا چاہتا ہے اور ان تمام رکاوٹوں کو دور کرنا چاہتا ہے جو انسان کی ترقی اور اس فطری نیکی کے اظہار کی راہ میں روک بن جاتی ہیں۔

معترضین موجودہ معاشرے کو جس میں اسلام کے اصول کارفرما نہیں ہیں اور مسلمان کی حالتِ زار کو دیکھتے ہیں تو اسلام کے ناقابل عمل ہونے کا نتیجہ نکالتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ موجودہ حالات میں اسلامی اخلاقیات کی پیروی بہت مشکل ہے۔ لیکن اسلام کے پیش نظر فطری حالات کا تصور اس سے بالکل مختلف ہے۔ اس کے پیش نظر اس کی پاکیزہ اور اعلیٰ اخلاقی تعلیمات ہر چیز سے بالاتر ہیں۔ اسلام کا حقیقت پسند نظام اپنے ماننے والوں سے امید کرتا ہے کہ ان کے ملنے سے جو معاشرہ وجود پذیر ہوگا اس میں اسلام ہی کے قوانین غالب و کارفرما ہوں گے۔ اس طرح کے معاشرے میں نیکی اور پاکیزگی زندگی کی معروف حقیقتیں شمار ہوتی ہیں جن کی حفاظت اسلامی معاشرے کے حکمرانوں کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ برائی، بدی اور گندگی کے لیے اس معاشرے میں کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ انہیں مٹانا و دبانا اسلامی معاشرے کا فرض ہے۔ ایسے معاشرہ میں افراد کا اسلام پر چلنا مشکل نہیں رہتا۔ اس میں ان کے لیے اپنی سفلی خواہشات کی پیروی اور بدی کا ارتکاب آسان نہیں رہتا۔

اسلام مطالبہ کرتا ہے کہ انسانی معاشرے پر اللہ اور اس کے دین کا مکمل کنٹرول ہو۔ اس میں کسی نظام باطل کے چلن کو وہ شرک قرار دیتا ہے۔ یوں اسلام ایک اسلامی معاشرے کا قیام بھی ضروری قرار دیتا ہے۔ جس میں ہر مسلمان اپنے دین کے مطابق زندگی گزار سکے۔ اسلامی معاشرے کا ماحول مسلمان کے لیے فطری ماحول ہے۔ اس میں وہ بآسانی اسلام کے مطابق زندگی گزار سکتا ہے کیوں کہ ایسا کرتے ہوئے اسے معاشرے کی بھرپور امداد حاصل ہوتی ہے۔ اسلامی ماحول میسر ہو تو اسلام کی پیروی بہت آسان ہو جاتی ہے۔ یہ اس سلسلہ کی ناگزیر ضرورت ہے۔ اسلام کے متعلق یہ خیال بھی غلط ہے کہ دوسرے نظاموں کے مقابلے میں اس پر چلنے میں انسان کو زیادہ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اسلام کے علاوہ انسان نے مختلف ادوار میں جتنے نظاموں کو آزمایا ہے ان پر انسانی کم زوری اور انسانی حماقتوں کی چھاپ بڑی واضح ہے۔ یہ سارے نظام انسانی فطرت سے متصادم ہیں۔

پھر یہ نظام انسانی مسائل کے جزوی حل تجویز کرتے ہیں۔ وہ زندگی کے ایک پہلو کی اصلاح کرتے ہیں تو اس کے کسی اور پہلو میں بگاڑ اور فساد پیدا کر دیتے ہیں۔ واقع یہ ہے کہ باطل نظاموں پر چلنے میں انسان کو کہیں زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

آخر میں ہم اسلام کے متعلق یہ غلط فہمی بھی دور کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ دنیا میں اس کا دور بہت مختصر رہا ہے اور اس کے بعد یہ ختم ہو گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس عظیم اور منفرد نظام کی اساس پر ایک یا نصف صدی میں جو روحانی، سماجی اور سیاسی نظام وضع کیا گیا تھا وہ گزشتہ ایک ہزار سال سے زیادہ عرصے سے تمام مخالفانہ حملوں اور تباہیوں کا کامیابی سے مقابلہ کرتا چلا آ رہا ہے۔ اسلام کے خلاف خوفناک عوامل مسلسل اپنا کام کرتے رہے ہیں جن کی پشت پر دنیا بھر کی جاہلی قوتیں کارفرما ہیں مگر یہ قوتیں اسلام کو ختم نہیں کر سکتیں۔ البتہ مخالف قوتیں جس بے رحمانہ یکسوئی اور استقلال سے سرگرم رہی ہیں اس کے نتیجہ میں مسلمان اسلام کے بنیادی اصولوں سے منحرف ہو کر موجودہ حالت کو پہنچ گئے ہیں۔ مگر اس کے باوجود اسلام کی فکری بنیادوں میں کوئی خرابی راہ نہیں پا سکی۔ دشمنوں کی تمام کوششوں کے باوجود اسلام کے عقائد اب بھی خالص اور ہر ملاوٹ سے پاک ہیں اور انہیں اپنا کر آج بھی ایک نئی نسل پروان چڑھ سکتی ہے۔

بے شک اس دین کا ایک دورِ عظمت بھی گزرا ہے جس کی جانب اب بھی ہدایت کی متلاشی نگاہیں اٹھتی ہیں اور اس عظمت کے مینارۂ نور سے روشنی حاصل کرتی ہیں۔ بلاشبہ یہ دورِ عظمت بہت مختصر تھا مگر یہ ساری اسلامی تاریخ نہیں ہے۔ یہ تو وہ بلند ترین منزل ہے جس تک مشیت الٰہی انسان کو پہنچانا چاہتی ہے اور جس کے حصول کے لیے تگ و

دو کرنا انسان کا فرض ہے۔

یاد رہے یہ دورِ عظمت کسی فوق الانسانی معجزے کا نتیجہ نہ تھا کہ اِسے واپس لانا ممکن ہی نہ ہو بلکہ یہ اولین مسلم معاشرے کی انسانی جدوجہد کا ثمرہ تھا۔ اور اب بھی کوئی گروہ ویسی ہی جدوجہد پر تیار ہو تو اس دور کی عظمت کو واپس لایا جا سکتا ہے اور چمن سے روٹھی ہوئی بہار واپس آسکتی ہے۔ انسانوں کے اِس منتخب گروہ کی یہ عظیم الشان جدوجہد کسی ایک نسل کے لیے نہیں بلکہ تمام نسلوں کے لیے کامل نمونہ ہے۔ لیکن کسی دور میں اس کے عملی زندگی میں ظہور پذیر ہونے کا تمام تر انحصار توفیقِ الٰہی اور مشیتِ ایزدی پر ہے۔ اس دورِ عظمت کی بحالی آنے والی نسلوں پر منحصر ہے کہ وہ اس کے لیے کس حد تک جدوجہد کرنے پر تیار ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ یہ دورِ عظمت بعد کے ادوار کو مسلسل متاثر کرتا رہا ہے۔ انسانی زندگی کے وسیع دوائر میں اس کا اثر ہمیشہ نمایاں رہا۔ انسانی خیالات، تاریخ اور ماحول پر اس نے صدیوں تک گہرے اور دوررس اثرات ڈالے ہیں۔ اور دراصل یہی وہ حقیقت ہے جو ہمیں حوصلہ دلاتی ہے اور اس سے امید بندھتی ہے کہ انسان کوشش کرے تو اب بھی ان عظیم الشان بلندیوں کو دوبارہ پا سکتا ہے۔

﴿بقایا یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے﴾ فرعون کے جادوگروں کی طرح گُنگ ہو جاتا ہے۔ کہاں 'فرعون کا اقبال بلند ہو'۔ اور 'انعام تو ملے گا نا؟' کے لالچ کے مارے ہوئے تھے۔ فرعون کا تقرب حاصل ہونے کی بشارت پر نازاں تھے۔ اور کہاں کلمح البصر۔ پلک جھپکتے ہی عشق کی اک جست نے کر دیا سب فاصلہ تمام۔ والی بات ہوئی۔ گویا ایمان کا ٹیکہ یوں لگا کہ فوراً رگ و ریشے میں سرایت کر گیا۔ فوراً سجدے میں جا گرے کلمہ پڑھ لیا۔ اور فرعون کی ہولناک دھمکیوں کے مقابل استقامت کے کوہسار بن گئے۔ لا ضیر " کچھ پروا نہیں ہم اپنے رب کے حضور پہنچ جائیں گے۔ اور ہمیں توقع ہے کہ ہمارا رب ہمارے گناہ معاف کر دے گا۔ کیونکہ سب سے پہلے ہم ایمان لائے ہیں''۔ (الشعراء۔۵۰۔۵۱)

ساری زندگی جادوگری کی نذر کر کے کلمۂ حق کا جادو خود ان پر چل گیا۔ جس فلسفہ شہادت کو ہم مسلم گھرانوں میں پیدا ہو کر نہ سمجھ پائے۔ انہوں نے ایمان کے پہلے لمحے میں یہ راز پا لیا کہ ذٰلک ھو الفوز العظیم ''یہی ہے عظیم الشّان کامیابی!'' اس سے بڑھ کر راہِ حق پر استقامت کے لیے اللہ تعالیٰ کو اپنا عجز پیش کر دیا۔ ربّنا افرغ علینا صبراً و توفّنا مسلمین ۔ اللہ سے صبر مانگا۔ اور ایمان پر موت کے طلب گار رہوئے! فرعون کے مقابل اس پائے کا توکلؑ! یہ میراث ابراہیمیؑ ہے۔ یہی توکّل ایمان کے ساتھ آج تک منتقی چلا آ رہا ہے۔

☆☆☆☆☆

یہ دور اپنے براہیمؑ کی تلاش میں ہے۔

عامرہ احسان

سیدنا ابراہیمؑ کا باپ نمرود کے ہاں سلطنت کا بڑا عہدیدار تھا۔اس کے تمام تر مفادات اُن ہی بتوں کی خدائی سے وابستہ تھے۔ ہر دور میں اللہ کو ربُّ الارباب تو مانا ہی گیا لیکن شرک بھی دو اقسام کا روا رکھا گیا۔ پہلا مذہبی شرک، جس میں حاجت روائی، مشکل کشائی کی انسانی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ارواح، فرشتے، جنات اور سیاروں وغیرہ کو شریک ٹھہرایا گیا۔اس میں بھی اصل معاملہ شکم پروری، تن پروری ہی کا تھا۔ان حاجات کے ساتھ نذرانے، مال و دولت اور مویشیوں کی صورت منتھی تھے۔دوسری قسم سیاسی شرک کی تھی۔وہ عملی زندگی کی فرماں روائی میں اللہ کا عمل دخل قبول کرنے کو راضی نہ ہوسکتے تھے لہٰذا اللہ سے تمام تر قوانین حیات کا اختیار (عیاذاً باللہ) سلب کر کے اسے سرداروں، حکم رانوں کے ہاتھ دے دیا گیا۔لہٰذا نمرود یا فرعون کا زمانہ ہو یا آج کا دور، عملی زندگی کی مکمل باگ ڈور اللہ کے ہاتھ میں تھمادینے کا تصور ہی مطالبہ کرنے والوں پر نارِ نمرود بھڑکا دینے کو کافی ہوتا ہے۔ یہی جرمِ بغاوت سیدنا ابراہیمؑ نے کیا اور ببانگ دہل کہہ دیا: ''ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کو تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے ہو، قطعی بیزار ہیں۔ہم نے تم سے کفر کیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے عداوت ہوگئی اور بَیر پڑ گیا۔جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ''۔(الممتحنہ۔۴) اور یہ کہ: ''تم اللہ کو چھوڑ کر جنہیں پوج رہے وہ تو محض بت ہیں اور تم ایک جھوٹ گھڑ رہے ہو۔(العنکبوت۔۱۷) مزید یہ کہ: ''کیا تو بتوں کو الٰہ بناتا ہے۔میں تجھے اور تیری قوم کو کھلی گم راہی پر پاتا ہوں''۔(الانعام۔۷۴)

عقل نہیں عشق

سیدنا ابراہیمؑ کی داستان کا جو پہلو سب سے نمایاں ہے وہ نتائج وعواقب سے بے خوف ہونا۔اشدُّ حُبًا للہ (اللہ سے شدید محبت) کی وہ کیفیت ہے جس میں عقل کا بھاری بھرکم بوجھ ساتھ اُٹھا کر نہیں چلتے۔ان کے ہر عمل کی بنیاد عقیدے اور عشق پر ہے۔اُن کا ہر عمل یہی نصیحت کرتا دکھائی دیتا ہے ؎

عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ　　　عقل کو تنقید سے فرصت نہیں!

یہ نمونۂ عمل پہلے بھرپور جوانی اور شدّتِ جذبات کے ساتھ شرک و کفر سے برسرِ پیکار دکھائی دیتا ہے۔عقیدہ اپنے سارے خراج وصول کرتے ہوئے جب بڑھاپے میں ڈھلتا ہے تو وہ پختہ تر ہو کر مشکل ترین امتحانوں سے صبرو

ثبات کے ساتھ گزرتا دکھائی دیتا ہے۔سیدنا ابراہیمؑ کی کہانی ہر قدم پر ایک سبق ہمیں دے رہی ہے۔ پہلا سبق یہ وصول کر لیجیے کہ ؎ جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول!

عقل کا یہ تقاضا نہ تھا کہ یکّہ و تنہا قوم کی دُکھتی رگ چھیڑ دی جاتی۔حق گوئی، دوٹوک، واضح اور برملا طور پر ''تم گم راہ ہو، جھوٹ گھڑ رہے ہو، میں اس کا منکر ہوں۔ بت پرستی سے نہ صرف بیزار ہوں بلکہ برسر پیکار ہوں۔ دشمن ہوں!'' کیسا کھلا حملہ! (Frontal Attack) نبی میٹھی میٹھی گولیاں نہیں دیتے۔جبکہ ہم دعوت کے میدان میں بچ بچ کر چلتے ہیں۔کوئی ناراض نہ ہو جائے۔جو نماز نہیں پڑھتا اُس سے اخلاق سنوارنے کی بات کرتے ہیں۔جو خواتین پردہ نہیں کرتیں ان سے نماز کی بات پر اکتفا کرتے ہیں۔جو موسیقی کا مریض ہے۔اُسے حقوقِ ہمسایہ پڑھا کر فارغ ہو جاتے ہیں۔اصل مرض جو فرد کی جان کا لاگو ہے اُس کی بات نہیں کرتے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم معاشرے میں اجنبی بن جائیں۔سب ناراض ہو جائیں۔کوئی بات نہ سنے۔یہاں سیدنا ابراہیمؑ بات ہی وہ چھیڑ رہے ہیں جس پر سب کا ناراض ہونا، بھڑ جانا یقینی ہے اس راستے کا یہ دوسرا سبق ہے: اجنبیت قبول کرنا۔ اجنبی ہونا گوارا نہیں۔تو یہ راستہ تمہارا نہیں! سب سے کٹ کر اللہ کا ہو رہنا۔مرضیِ مولیٰ از ہمه اولیٰ ۔نگاہ صرف اُس پر۔اُسی کو وکیل بنانا۔انسانی فطرت کی یہ کمزوری ہے کہ وہ سب کا ساتھ دینے میں عافیت محسوس کرتا ہے۔اجنبیت ایک کڑا امتحان بن جاتی ہے۔لیکن خوش خبری کل اور آج اجنبیوں ہی کے لیے ہے (''دینِ اسلام اپنے آغاز میں لوگوں کے لیے اجنبی تھا اور عن قریب یہ پہلے کی طرح اجنبی بن جائے گا۔تو خوش خبری ہو اجنبیوں کے لیے!'' مشکوٰۃ) 'فطوبیٰ للغرباء' کی بشارت ایک طرف اگر اُسوۂ ابراہیمیؑ میں منہ مانگی اجنبیت اور اس پر استقامت دکھاتی ہے تو دوسری طرف ہماری ہمت بندھاتی ہے۔تنہا ہو جانے سے ڈرتے ہو؟ چلے آؤ۔اس راستے پر سب تنہا ہو کر چلے ہیں۔آگے ایک بہت بڑا اجنبیوں کا کارواں تمہیں خوش آمدید کہنے کو ہے۔صرف یہ وقتی تنہائی کا لق و دق صحرا عبور کرنے کا حوصلہ پیدا کر لو۔موسیقی راگ رنگ چھوڑ و گے۔داڑھی رکھو گے / پردہ کرلو گی، مسجد جاؤ گے۔سال گرہ، مہندی، سالِ نو کی تقریبات منانا، ان میں جانا چھوڑ دو گے۔خودنمائی سے دست بردار ہو جاؤ گے۔جہاد و ہجرت کے اسباق پڑھ لو گے۔فلمیں، ڈرامے، پارٹیاں چھوڑ کر قرآن کی مجالس میں دل لگا لو گے؟؟؟ ہاں خاندان میں، معاشرے میں ہر قدم تنہا اُٹھانا ہوگا۔یہ کہتے ہوئے:

؎ اجنبی سارے جہاں میں بن گیا ترے لیے — اے خدا! تیرے لیے بس اے خدا تیرے لیے!

(محمد غوری)

سیدنا ابراہیمؑ نے چاروں طرف موجود اور رائج طریقِ زندگی کو قبول نہیں کیا۔اندر کی روشنی لے کر حق کو تلاش کیا۔

جب رات طاری ہوئی تارا دیکھا۔ کہا یہ میرا رب ہے۔ وہ ڈوب گیا تو اظہارِ برأت کردیا:" میں ڈوب جانے والوں کا گرویدہ نہیں"۔ اسی طرح چاند جو اُن کے شہر کا رب تھا جس کے نام پر شہر کے مجاور، پروہت لیڈری چمکاتے تھے۔ اُسے چمکتے دیکھا۔ کہا یہ میرا رب ہے۔ وہ ڈوب گیا تو شکر ادا کیا کہ اگر میرے رب نے میری رہ نمائی نہ کی ہوتی تو میں گم راہوں میں ہوگیا ہوتا۔ آخری خدائی سورج کی تھی۔ ھٰذا ربّی ھٰذا اکبر۔ "یہ بڑا ہے یہ میرا رب ہے"۔ لیکن نہیں یہ بھی ڈوب گیا۔ "اے میری قوم میں بَری ہوں۔ بے زار ہوں اُن سب سے جنہیں تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو۔ میں نے تمہارے خداؤں کو دیکھ پرکھ لیا۔ میرا الٰہ ان سب سے بزرگ وبالاتر ہے۔ میں نے تو یک سُو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کرلیا جس نے زمین اور آسمانون کو پیدا کیا اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں"۔ (الانعام ۷۸۔۷۹)

<u>اس مرحلے کا سبق اندھی پیروی سے پرہیز۔ سب سے جدا سوچنے کی ہمت۔ توحیدِ خالص کی روشنی میں! نہ کہ رائج</u> الوقت منافقانہ محاورے "چلو تم ادھر کو، ہوا ہو جدھر کی، خس وخاشاک کی طرح بے وقعت ہو کر!" کی روشنی میں۔ یہ تربیت سرتاسر غلط ہے۔ غور وفکر کرنا، بصیرت، فکرو تدبّر سے کام لینا، یہ ہے اسوۂ ابراہیمیؑ!

یہ لاالہ کا اعلان ہے جواب ہر قدم پر پرکھا جائیگا۔ یک سوئی جانچی جائے گی۔ بار بار پوچھا جائیگا۔ آسمان تک لپکتی شعلہ زن آگ کے سامنے کھڑا کر کے کہ ابراہیمؑ تم نے کہا تھا: اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ حَنِيۡفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۝ (الانعام۔۷۹)

ترجمہ: "میں نے تو یک سُو ہو کر اپنا رخ اُس ہستی کی طرف کرلیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں"۔ کیا اپنے آپ سے بھی منہ پھیرلیا؟ حنیف ہوگئے اللہ کے لیے؟ سیدنا ابراہیمؑ نے جان سے گزر کر دکھایا۔ ایک امتحان میں کام ران ہوگئے۔ صدفی صد سُرخ روئی! پھر چھیاسی سال کی عمر میں معجزہ عطا کیا۔ بوڑھی، تھکی آنکھوں میں روشنی کا کوندا لپکا۔ پوری زندگی ہجرت، دعوت، تبلیغ، دربدری میں گزار کر، کم وبیش دوسال کا یہ کھلونا، دل بستگی کا سامان، عزیز از جان بیٹا! ایک مرتبہ پھر اللہ نے پوچھ لیا ابراہیمؑ تم نے کہا تھا: اِنِّیۡ وَجَّهۡتُ وَجۡهِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ حَنِيۡفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۝ کیا تم نے اس راحت جاں سے بھی منہ پھیرلیا؟ لو، اسے بے یار ومددگار صحرا، چٹیل پہاڑوں کے درمیان چھوڑ آؤ۔ کہ ہم دیکھیں کیا واقعی حنیف ہوگئے اللہ کے لیے۔؟ ابراہیمؑ نے آنکھوں کی اس ٹھنڈک سے جدائی گوارا کرلی۔ شفقتِ پدری کو اللہ کی چوکھٹ پر قربان کردیا اور چھوڑ کر یوں لوٹ آئے کہ پلٹ کر دیکھنا بھی نہ گوارا کیا۔ ایک امتحان میں اور کام یاب ہوگئے۔ صدفی صد سرخ روئی! اور پھر سب سے مشکل امتحان تو بوڑھے

باپ، بزرگ نبیؑ کا اُس وقت لیا گیا جب قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں۔ جوان ہوتا بچہ لاٹھی بن کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ ایثار و قربانی کی ایک طویل داستان کا آخری باب۔ لیکن سب سے مشکل۔ سب سے کٹھن۔ ایک مرتبہ پھر اللہ نے پوچھ لیا۔ ابراہیمؑ تم نے کہا تھا **اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝** کیا تم اسماعیلؑ، جوانی کی طرف بڑھتے، سہارا بنتے اسماعیلؑ سے ایک مرتبہ پھر منہ پھیر کر دکھانے کا حوصلہ رکھتے ہو؟ اچھا، بکرے کی طرح لٹا کر، اپنے ہاتھ سے شہ رگ تلاش کر کے، چھری پھیر کر تو دکھاؤ۔ کیا تم واقعی حنیف ہو گئے اللہ کے لیے؟ اور رہتی دنیا تک کے لیے توحید کا ایک اور معجزہ رُونما ہو گیا۔ حنیفاً مسلماً۔ ابراہیمؑ کے نام کا جزو بن گیا۔ تمام انسانوں کی امامت عطا ہوئی۔ تنہا سیدنا ابراہیمؑ خود ایک امت قرار پائے: **اِنَّ ابراهیم كان امَّةً قانتاًلّلّٰهِ حنیفا**ط (النحل۔۱۲۰)

قرآن کی ابتداء ہی میں سیدنا ابراہیمؑ کا نمونہ سامنے رکھ دیا:

''یاد کرو جب ابراہیمؑ کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا۔ اور وہ اُن سب میں پورا اتر گیا تو اُس (کے رب) نے کہا: میں تجھے سب لوگوں کا پیشوا (امام) بنانے والا ہوں''۔ (البقرہ۔۱۲۴)

زندگی امتحان ہے۔ اللہ تعالیٰ ممتحن ہے۔ سب ہی آزمائے جا رہے ہیں۔ لیکن جسے امام، اُستاد بنایا جاتا ہے اُسے پہلے خصوصی تعلیم و تربیت اور امتحان سے گزارا جاتا ہے۔ جیسے ہمارے ہاں اساتذہ کے لیے بی ایڈ، ایم ایڈ ضروری ہوتا ہے۔ ٹیچرز ٹریننگ کورسز کرائے جاتے ہیں پھر وہ معلّمی کے منصب کے اہل ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ربُّ العالمین ہے۔ رب کے اوصافِ ربوبیت میں پرورش، خبر گیری کے ساتھ تربیت بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ خود مُربّی ہے۔ پہلے علم دیتا ہے، تربیت کرتا ہے پھر امتحان لیتا ہے۔ اور کامیابی کی صورت میں سندِ امامت عطا کرتا ہے! جیسے ماں بچے کی ربِّ مجازی ہوتی ہے۔ پرورش، خبر گیری کے ساتھ ساتھ علم دیتی ہے۔ امتحان لے کر، پوچھ پوچھ کر، شاباش دے کر آگے بڑھاتی ہے۔ بیٹا یہ پنکھا ہے، یہ میز ہے، یہ کرسی ہے۔ پہلے سکھاتی ہے۔ پھر پُوچھتی ہے۔ یہ کیا ہے؟ درست جواب پر محبت نچھاور کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی پہلے علم دیتا ہے۔ اُس کے بعد امتحان لیتا ہے۔ اللہ کے ہاں امتحان، علمی نہیں عملی (Practical) ہیں۔ علمی موشگافیاں نہیں ہیں۔ عملی پرچے ہیں۔ ایک طرف سیدنا ابراہیمؑ کے امتحان اور اس کا نتیجہ دیکھیے۔ دوسری طرف اس اُمت کا حال دیکھیے۔ وہ اُمت جسے محمد ﷺ جیسا نبی عطا ہوا۔ قرآن جیسی کتابِ منیر، کتابِ مبین، الفرقان عطا ہوئی۔ جس کی تعلیم و تربیت کے لیے اتنے اولوالعزم، جلیل القدر انبیاؑ کے اسباق پڑھائے گئے۔ آج ڈیڑھ ارب میں سے عملاً 1.49 ارب مسلمان اس امتحان میں ناکام ہوتے نظر آ رہے ہیں۔ انہوں نے زندگی کو امتحان جانا ہی نہیں۔

کتاب ہی نہیں پڑھی۔ نصاب تک نہیں چھوا۔ اُستاد سے آنکھ ملانا بھی گوارا نہ کیا۔ دن میں پانچ مرتبہ حاضری لگی۔ ہر مرتبہ غائب یا حاضری بھی ہوئی تو جسم حاضر۔ دل ودماغ اور روح غائب۔ (تن بے روح سے بیزار ہے حق!)۔ دل پڑھائی میں لگتا نہیں۔ کھیل تماشے عزیز تر ہیں۔ جن سے دوستی سے منع کیا تھا ''عیسائیوں اور یہودیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ''۔(المائدہ)۔ جن سے پناہ مانگنی سکھائی تھی: ''مغضوب (یہودی) اور ضالّین (عیسائی) کے راستے پر نہ چلانا''۔(الفاتحہ) ان ہی سے محبت کی پینگیں بڑھائیں۔ اُن اُجڈ، گنواروں، نافرمانوں کو سدھارنے کی بجائے اُنہی کے سارے طور طریقے اپنا لیے۔ اسی پر مرمٹے۔ لہٰذا ناکام ہو کر دنیا میں ذِلت ومسکنت امت پر چھا گئی۔ اللہ تعالیٰ کے غضب کی گرفت میں آ گئے۔ نجات اسی میں ہے کہ پلٹو اور دیکھو کیا کیا پڑھایا تھا۔ ہر باب کھولو۔ سبق پکے کرو۔ حج کر لیا۔ بکرے ذبح ہو گئے۔ دَم پُخت کر کے کھا لیے۔ قصابی روح کے ساتھ سنت ابراہیمیؑ ادا کرتے ہوئے اسوہ ابراہیمیؑ کو نگاہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ ابلیس مطمئن ہے۔ ہنس کے کہتا ہے۔

کند ہو کر رہ گئی مومن کی تیغ بے پیام
ہے طواف وحج کا ہنگامہ اگر باقی تو کیا

طواف وحج روح سے خالی ہو گیا۔ اس کے ثمرات عُنقا ہیں۔ وہ مومن جو کفر کے لیے قہر بن کر برستا تھا۔ اب اسی پر ریشہِ خطمی ہو گیا۔ جہاد کو دہشت گردی بنا ڈالا۔ وہاں سیدنا ابراہیمؑ نے عقل کو پتھر دے مارے۔ یہاں سارے فیصلے عقل کے ہیں۔ عشق صرف نفس اور دنیا سازی پر دیوانہ وار صرف ہو رہا ہے۔ حالانکہ اللہ کے وعدے تو سچے ہیں۔

آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستان پیدا
آج بھی ہو جو ابراہیمؑ سا ایماں پیدا

توکُّل علی اللہ: سیدنا ابراہیمؑ کی داستان نے ہمیں توکُّل علی اللہ کی بنیاد پر کیے جانے والے فیصلے اور اس کے بے بہا ثمرات دکھائے۔ انہوں نے اپنی دنیا تو کاملاً آخرت پر چھوڑی۔ اور دین کے لیے ہر قربانی دی۔ ہر مشقت گوارا کی۔ ہم نے اپنی آخرت کاملاً دنیا پر چھوڑ دی اور دنیا کے لیے ساری قوتیں، طاقتیں جھونک ڈالیں۔

سیدنا ابراہیمؑ نے کلمے کی خاطر گھر بار چھوڑ دیا۔ قوم چھوڑ دی۔ والدین، رشتے ناطے سب چھوٹ گئے۔ اس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب کا اعلیٰ ترین مقام عطا فرما دیا: ''ابراہیم حنیف، جسے اللہ نے اپنا دوست بنا لیا تھا'' (النساء۔۱۲۵) دنیاوی رشتے ٹوٹے تو ''خلیل اللہ'' بنا دیے گئے! (ہم دنیا کی خاطر اللہ کو ناراض کر لیتے ہیں۔ اللہ کی خاطر دنیا والوں سے منہ نہیں موڑتے۔ دین اور دنیا ساتھ نبھانے کا ڈھکوسلہ لے کر!) سیدنا ابراہیمؑ کو باپ نے گھر سے نکال دینے کی دھمکی دی تو سلامتی کی دعا دے کر نکل آئے۔ اللہ نے پوری دنیا کو ان کا گرویدہ بنا دیا۔ یہودی، عیسائی، مسلمان، نبی کریم ﷺ کے دور کے مشرکین۔ سب ہی نے ابراہیمیؑ نسبت پر فخر کیا۔ حتّٰی کہ

درودِ ابراہیمیؑ میں ہم حوالہ بھی یہی دیتے ہیں: **کماصلّیت علیٰ ابراھیمؑ** اور **کمابارکت علیٰ ابراھیمؑ**۔ سیدنا ابراہیمؑ نے اللہ ہی پر بھروسہ کر کے آنکھوں کی ٹھنڈک، اکلوتا بیٹا اور جوان بیوی اللہ کے حکم پر لق ودق صحرا میں چھوڑ دی۔ دعا کر کے اللہ پر توکّل کر لیا: پروردگار! میں نے ایک بے آب وگیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ پروردگار! یہ میں نے اس لیے کیا کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں۔ لہٰذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اور انہیں کھانے کو پھل دے۔ شاید کہ یہ شکرگزار بنیں'۔ (ابراہیم۔۳۷) اللہ نے نہایت کٹھن امتحان میں سیدنا ابراہیمؑ کی سرخ روئی پر شاندار قدردانی فرمائی۔ کبھی نہ ختم ہونے والا پاکیزہ، شفاف زمزم، لوگوں کے دلوں میں اس خانوادے کی محبت اور پھلوں کی ہمہ نوع اقسام (ہم دنیا کا ہر پھل وہاں موجود پائیں گے!) سے نوازا۔ اقامتِ صلوٰۃ کا تواتر اس پر مستزاد! جس پائے کا توکل ہے اسی درجے کے انعامات!

اللہ کے اِس وعدے پر ایمان اِس تسلّی کو دیکھ کر پختہ ہوجاتا ہے:

''جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا۔ (تقویٰ اختیار کرے گا) اللہ اس کے لیے مشکلات سے نکلنے کا راستہ پیدا کردے گا اور اسے ایسے راستے سے رزق دے گا جدھر اس کا گمان بھی نہ جاتا ہو۔ جو اللہ پر بھروسہ کرے اُس کے لیے وہ (اللہ) کافی ہے''۔ (الطلاق۔۲۔۳)

یہ توکّل ہی کی شان تھی کہ تنِ تنہا پوری قوم کو للکارا۔ یہ وہی بھرپور جوانی کی غیرت بھری جذباتیت تھی جس سے ہم آج اپنے نوجوانوں کو بچانا چاہتے ہیں۔ '' تُف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودانِ غیر اللہ پر''۔ بتوں کو توڑ کر فلسفے نہیں بگھارے، ڈائیلاگ نہیں کیے۔ صرف سادہ سے عام فہم انداز میں تجربے سے بتوں کی بے بسی کھول کر رکھ دی۔ ان کے عقائد کی جڑ کاٹ دی۔ شانِ توکّل یہ ہے کہ پورے نظام کو تنہا للکارا۔ یہ دعوت صرف گوشۂ تنہائی میں اللہ اللہ کرنے کی دعوت نہ تھی۔ یہ غلبہ دین اور اللہ کی حکمرانی کو نافذ کرنے کا ایجنڈا تھا۔ جس کی خاطر وہ جیل میں ڈالے گئے سزا کا فیصلہ ہوا اور سیدنا ابراہیمؑ **حسبُنا الله و نعم الوکیل** کہہ کر بے خطر آگ میں کود گئے۔ خوف کو اللہ کی خاطر انگیز کیا۔ اللہ نے رہتی دنیا تک کے لیے اُن سے نسبت رکھنے والے شہر (مکّہ مکرمہ) کو ہر خوف سے مامون کردیا، امن کا گہوارہ بنادیا۔

دو اہم ترین نعمتیں دونوں قسم کے توکّل کے عوض بے مثل عطا کیں۔ ''بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا اور خوف سے بچا کر امن عطا فرمایا''۔ (القریش۔۴)۔ **لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون** کی منزل، خوف کو اللہ کی خاطر انگیز کر لینے ہی پر ملتی ہے۔ اللہ کی خاطر جہاد فی سبیل اللہ میں سر پر کڑکتی تلواروں، برستے گولوں، میزائلوں (آج)

کا خوف انگیز کر لینے پر ہی عذابِ قبر سے مامون ہوجانے کی بشارت (نبی ملاحمؐ کی طرف سے) عطا ہوتی ہے۔ جو اس چھوٹے خوف کا سامنا کرنے کی ہمت، فرصت نہیں رکھتا۔ کمالِ حیرت ہے کہ وہ عذاب قبر اور عذاب جہنم سے خوفزدہ نہیں!

سیدنا ابراہیمؑ نے وہ واحد بیٹا جو اللہ نے معجزہ کے طور پر، ربِّ ھب لی من الصّالحین کی دعا کے عوض عطا کیا تھا، اللہ تعالیٰ کے حکم پر قربان کردینے کو چھری اُٹھالی۔ اُن کے ہاں اللہ کے حضور کوئی سوال تک نہ تھا۔ ردّ وکد تو کیا ہوتی۔ یہ بھی نہ پوچھا کہ عین جوبن پر لینا تھا تو دیا ہی کیوں تھا؟ جہاں ۸۶ برس بے اولادی کے گزارے تھے باقی بھی گزر جائے۔ مگر وہاں تو ہر شے نثارِ رُخِ یارے کردم کی کیفیت ہے۔ اور آزمایش بھی آخری لمحے تک ہے۔ جان حلق تک آجانے تک۔ خواہ وہ پوری قوم اور خاندان کے مقابلے میں تنہا اٹھ کھڑے ہونا ہو۔ آگ میں کود جانا ہو۔ بیوی بچے کو تنہا لق ودق صحرا میں چھوڑ کر چلے آنا ہو۔ یا عزیز از جاں بیٹے کے گلے پر چھری رکھ دینا۔ بس وہ آخری لمحہ جب کلمحِ البصر ۔ پلک جھپکنے کے برابر فاصلہ رہ جاتا ہے تو آگ گُل وگلزار ہوجاتی ہے۔ زم زم پھوٹ بہتا ہے۔ مینڈھا پیش کردیا جاتا ہے! یہاں توکُّل کو لگتا پھل دیکھیے۔ اور پھر تعریف وتوصیف ومحبت کا بہتا ربّانی زمزمہ: ''ہم نے ندا دی کہ اے ابراہیمؑ! تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک کھلی آزمایش تھی۔ اور ہم نے ایک بڑی قربانی فدیے میں دے کر (اس بچے کو چھڑا لیا) اور اس کی تعریف وتوصیف ہمیشہ کے لیے بعد کی نسلوں میں چھوڑ دی۔ سلام ہے ابراہیم پر! ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔ اور ہم نے اسے اسحاق کی بشارت دی۔ ایک نبی صالحین میں سے اور اسے اور اسحاق کو برکت دی''۔ (الصّٰفّٰت ۔۱۰۴۔۱۱۳)

ایک بیٹا (اپنی محبوب ترین متاع!) اللہ کی راہ میں قربان کردینے پر۔ اللہ نے ان کی اولاد میں نبیوں کا تانتا باندھ دیا۔ سیدنا اسحاقؑ کی بشارت تو فوراً دے دی۔ سیدنا یعقوبؑ مزید، اس کے بعد ۱۷ انبیاء آپؑ کی نسل سے اٹھائے (الانعام) کہاں انسان دو چار اولادوں کی صالحیت کو ترستا، گڑگڑا کر دعائیں مانگتا ہے۔ اور کہاں صرف صالحیت نہیں، نبوت ہی خاندان میں رکھ دی جاتی ہے! بی بی سارہؑ کے ایثار کو بھی اللہ نے پھل لگایا۔ اولاد کی خاطر اپنے محبوب شوہر کو خود بی بی ہاجرہؑ، زوجیت کے لیے پیش کردیں۔ کیسا کڑوا گھونٹ تھا جو شوہر کی طیب ذریت کی خاطر گوارا کیا۔ انہیں محروم رکھنا گوارا نہ کیا۔ اللہ نے بی بی سارہؑ کو اُس وقت اولاد سے نوازا جب سان وگمان بھی نہ تھا اور پھر سیدنا اسحٰقؑ کی نسل سے ۱۴ نبی اٹھائے۔ اللہ کی راہ میں دی گئی ہر قربانی پھل لاتی ہے۔ مال ہو۔

اولاد ہو۔ وقت ہو یا صلاحیت۔ اللہ تعالیٰ بڑھا چڑھا کر لوٹاتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ سیدنا ابراہیمؑ کی طرح توکّل و یقین سے بھرا دل پیش کر دو۔ پس و پیش، جمع نفی، حساب کتاب، عقل کے گھوڑے دوڑانے چھوڑ دو۔

یہی توکُّل، ہر نبی کی متاع بھی ہے اور میراث بھی۔ سیدنا موسیٰؑ کو دیکھیے۔ قوم کو لیے سمندر کے کنارے پہنچتے ہیں۔ پیچھے ہی لشکر فرعون چلا آ رہا ہے۔ سیدنا موسیٰؑ کے ساتھی چیخ اٹھے کہ ہم تو پکڑے گئے۔ اب یہاں سیدنا موسیٰؑ کا توکّل دیکھیے۔ ایک ایسے وقت میں جب ایک طرف فرعون کا لشکر جرّار اور دوسری طرف سمندر موج در موج در پیش ہے۔ سیدنا موسیٰؑ نے کہا: ''ہر گز نہیں۔ میرے ساتھ میرا رب ہے۔ وہ ضرور میری رہنمائی فرمائے گا''۔ (الشعراء۔ ۶۱۔۶۲)

سیدنا موسیٰؑ کے توکُّل کے عوض دنیا کی وہ عجیب و غریب کہانی وجود میں آئی کہ عصا، بحکم اللہ، سمندر پر مارنے کی دیر تھی کہ سمندر پھٹ گیا۔ اور اس کا ہر ٹکڑا پہاڑ کی طرح دونوں جانب کھڑا ہو گیا، اللہ کی سپاہ بن کر! درمیان میں سوکھی شاہراہ۔ جس نے سیدنا موسیٰؑ اور ان کی قوم کو گزار دیا اور پھر یہ سپاہ فرعون اور آل فرعون پر ٹوٹ پڑی: ''سمندر اُن پر چھا گیا جیسا کہ چھا جانے کا حق تھا''۔ (طٰحٰہ۔ ۷۸)

لیکن توکُّل پیدا کب ہوتا ہے؟ محض اقرار باللسان سے توکُّل پیدا نہیں ہوتا۔ تصدیق بالقلب۔ دل کی گہرائی میں جگہ پکڑنے والا ایمان کا بیج، توکُّل کے برگ و بار لاتا ہے

؎ زباں سے کہہ بھی دیا لاالہٰ تو کیا حاصل　　دل و نگاہ جو مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

یہ ایمان میراث میں ملنے والی چیز نہیں۔ ہر فرد کو اپنا کلمہ خود پڑھ کر تصدیق بالقلب تک پہنچنا ہے۔ ورنہ یہ زبان کی نوک پر دھرا کلمہ نعوذ باللہ چیونگم کی جگالی کا سا ہو جاتا ہے۔ منہ میں چیونگم ڈال لی۔ جب تک ذائقہ رہا جگالی کی، پھر نکال کر پھینک دی۔ کچھ وقت گزارنے کے بعد ایک اور منہ میں ڈال لی۔ یہ جو ہم دیکھتے ہیں کہ ایمان والے گھرانوں کی بے نیاز اولادیں ہیں۔ نماز بھی پڑھ لی۔ ڈرامے دیکھ لیے۔ گانے سن لیے۔ مہندی، سالگرہ بھی ساتھ چل رہی ہے۔ پردہ بھی مارا بندھا ہم راہ ہے۔ نیچے دروں نیمے بروں۔ آدھے اندر آدھے باہر لٹک رہے ہیں۔ لوگوں کو گناہوں کے مزے لوٹتے دیکھ کر حسرتوں سے دوہرے ہوئے جاتے ہیں۔ یہ اقرار باللسان ہے۔ نوکِ زبان پر دھرا ایمان۔ ورنہ تصدیق قلبی جہاں آتی ہے۔ وہاں تو لمحے بھر میں ایمان رگ میں لگائے جانے والے (Intravenous) انجکشن کی طرح گویا دوران خون میں اتر جاتا ہے۔ سیدنا عمر فاروقؓ کی مانند ہو جاتا ہے کہ تلوار نیام میں، کلمہ زبان پر اور مکمل کایا پلٹ۔ سیدنا موسیٰؑ کی دعوت کے سامنے ﴿ باقی صفحہ ۱۸ پر دیکھیے ﴾

شانِ رسالت اور توہین رسالت کی توضیح

امیر محمد

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلائِکتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمنُو صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْ تَسْلِیْماً ٥

بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ اوراس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں تو اے ایمان والو تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجو۔ کیوں کہ آپ ﷺ ایسے امام الانبیاء ہیں کہ جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہم کو اندھیرے سے نکال کر نور کی طرف لایا ہے۔ اوران ہی کے ذریعے ایسی سعادتوں سے نوازا ہے جو کہ کسی کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آ سکتیں تو ہمارے واجبات تو یہ ہیں کہ ہم ایسے نبی کی توقیر اور عزت کو دلوں کی گہرائیوں میں جگہ دیں اور آپ کی تعلیم و ہدایت کو تمام دنیا میں عام کریں۔ نہ کہ لوگ ان کا مذاق اڑائیں، کارٹون بنائیں، اور ہم سے مطالبہ کریں کہ توہین رسالت کا قانون ختم کرو۔

چند آیات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ وَلِیَعْلَمَ اللّٰہُ مَنْ یَنْصُرُہٗ وَرُسُلَہٗ بِالْغَیْبِ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ٥ (سورۃ حدید آیت ۲۵) ترجمہ: اور تاکہ اللہ تعالیٰ دیکھ لے کہ کون ہے جو اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی بغیر دیکھے مدد کرتا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ تو بہت زور آور اور غالب ہے۔

۲۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ٥ (سورۃ احزاب آیت ۵۷) ترجمہ: یقیناً جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں تو ان پر اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اوران کے لیے عذاب بھی ذلیل کرنے والا تیار کیا ہے۔

۳۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ٥ (سورۃ توبہ آیت ۶۱) ترجمہ: اور وہ لوگ جو اللہ کے رسول کو ایذا (تکلیف) دیتے ہیں تو ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

۴۔۔۔۔۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ٥ (سورۃ بقرہ آیت ۱۰۴) ترجمہ: اے مومنو! تم راعنا نہ کہو بلکہ انظرنا کہو اور سنو (یعنی یاد رکھو) کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے تکلیف دینے والا عذاب تیار کیا ہے۔

توضیح: اس آیت میں مسلمانوں کو سمجھایا گیا ہے کہ تم (راعنا) مت کہو جس کے معنی ہیں کہ آپ ہماری طرف متوجہ ہوں، ہماری رعایت کریں۔ لیکن یہودیوں نے اس لفظ کو بطور گالی استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اور وہ اسے زبان

سے دبا کر (راعینا) کہنے لگے یعنی اے ہمارے چرواہے۔اور عبرانی زبان میں اس لفظ کے معنی احمق کا بھی ہیں۔تو اس اشتباہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو (اُنظرنا) پڑھنے کی تعلیم دی تا کہ یہودیوں کے لیے اس لفظ کی آڑ میں توہین موقع باقی نہ رہے۔اس سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کے عزت اور توقیر کا کتنا خیال رکھتے ہیں۔

۵۔ ترجمہ: اے مومنو تم اللہ اور اس کے رسول کے آگے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو یقیناً اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔(سورۃ حجرات آیت ۱)

اس آیت کی توضیح میں (علی بن ابی طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا "تم کوئی بات کتاب وسنت کے خلاف مت کرو"۔اس آیت کی تشریح علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے یوں کی ہے "تم اللہ کے رسول کے قول اور فعل سے قبل کسی اپنے یا کسی دوسرے کے قول اور فعل کی طرف جلدی مت کرو"۔

۶۔ ترجمہ: اے مومنو! تم اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچا مت کرو اور نہ اس کے سامنے تم اس طرح پکار کر بات کرو جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کر لیا کرتے ہو ورنہ ایسا نہ ہو کہ تمہارے نیک اعمال غارت ہو جائیں اور تمھیں خبر تک نہ ہو۔(حجرات،۲)

تو معلوم ہوا جب نبی ﷺ کی آواز سے صرف دوسرے آدمی کی آواز ہی اس کے نیک عمل کو غارت کر دیتی ہے۔تو وہ آدمی جو اپنی سیاست، اپنا ذوق، اپنی عقل اپنی معرفت اور اپنی رائے یا کسی دوسرے کی رائے کو نبی ﷺ کی رائے سے مقدم رکھتا ہے تو پھر کیا اس کے نیک اعمال پر کوئی وبال نہ آئے گا؟ بلکہ ضرور آئے گا۔اب توہین رسالت کے مرتکب کا شرعی حکم، چند روایات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جس نے نبی کو گالی دی اس کو قتل کر دو اور جس نے میرے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو گالی دی، اس کو مارو۔طبرانی، دارقطنی سنداً ضعیف ہے لیکن دوسرے نصوص کی وجہ سے قابل عمل ہے)

۲۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ نے کعب بن اشرف یہودی کے قتل کرنے کا حکم دیا اور یہ اس کو یہودیت اور شرک کی بناء پر قتل نہیں کیا گیا بلکہ آپ ﷺ کو گالی کی صورت میں ایذا دیتا تھا۔اسی طرح ابورافع یہودی کو بھی آپ ﷺ نے اسی وجہ سے قتل کرنے کا حکم دیا۔جیسا کہ براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے "وہ اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف دیتا تھا اور آپ ﷺ کے خلاف غیروں کو بھڑکاتا تھا"۔(الشفا۲/۲۸۸)

۳۔اسی طرح آپ ﷺ نے کفار سے بھی ان لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا جو آپ ﷺ کو گالی اور تکلیف دیا

کرتے تھے جیسا کہ نضر بن حارث، عقبہ بن ابی معیط کو قتل کر دیا گیا۔ تو ان ہی میں ایک جماعت کو فتح مکہ سے پہلے اور بعد میں بھی آپ ﷺ نے حکم دیا کہ ان کو بھی قتل کر دیا جائے تو ان میں سے وہی بچا تھا جس پر قدرت پانے سے پہلے ہی وہ اسلام کی طرف پلٹ آیا تھا اور نہ دوسروں کو قتل کر دیا گیا تھا۔ اسی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ آپ ﷺ کے زمانے میں ایک نابینا آدمی تھا اس کی اُم ولد تھی جو آپ ﷺ کو گالی دیتی تھی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ اس نابینے نے اس کو قتل کر دیا اور پھر آپ ﷺ کو اطلاع دی تو آپ ﷺ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کا خون رائیگاں ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جو بھی نبی ﷺ کو گالی دے یا آپ ﷺ کا قدر گھٹائے تو خواہ وہ مسلمان ہے یا کافر تو اس کو قتل کرنا ہے۔ اور میری بھی یہی رائے ہے کہ باوجود توبہ کرنے کے بھی اسے قتل کر دیا جائے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے۔ اگر کسی آدمی نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے متعلق کوئی ایسی بات کہی کہ جس میں گالی کی تصریح نہیں تعریض ہے تو وہ بھی تصریح کے مانند ہے اور ہمارے اصحاب تو اس میں بھی اختلاف نہیں کرتے کہ جس نے آپ ﷺ کی والدہ پر تہمت لگائی تو وہ آپ ﷺ کو گالی دینے کے مترادف ہے۔ بلکہ گالی سے بھی زیادہ قبیح ہے۔ کیوں کہ یہ تو آپ ﷺ کے نسب میں عیب لگانا ہے تو جمہور کا بھی یہی موقف ہے کہ ایسے شخص کو بھی قتل کر دیا جائے۔ الصارم (المسلوم صفحہ ۵۲۵) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''جس نے نبی ﷺ کو گالی دی یا آپ ﷺ پر عیب لگایا یا آپ کا قدر گھٹایا تو وہ زندیق کی طرح ہے اسے قتل کر دیا جائے کیوں کہ آپ ﷺ کی عزت اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دونوں کی بھی یہی رائے ہے کہ جو کسی نبی کی توہین کرے تو ایسا شخص مرتد اور کافر ہے اور اس کو قتل کر دیا جائے۔

ابوبکر بن منذر کا بیان ہے ''اہل علم کی کثیر تعداد اس پر جمع ہے کہ جس نے نبی ﷺ کو گالی دی اس کو قتل کر دیا جائے۔ پھر آگے فرماتے ہیں کہ مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ، لیث رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ، اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ، خراسان کے عالم ۲۳۸ھ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی موقف ہے، ابوالفضل قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ماقبل ذکر کردہ اہل علم کا جو موقف ہے کہ ایسے آدمی کو باوجود توبہ کرنے کے بھی قتل کر دیا جائے۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول بھی اسی چیز کا تقاضا کرتا ہے۔ آخر میں حدیث مبارک بھی پڑھیے

لَا یُؤمِنُ اَحَدُکُم حَتیٰ اَکُونُ اَحَبَّ اِلَیهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْن

☆☆☆☆☆

سرسید احمد خان کی ''خدماتِ عالیہ''

سمیعہ عالم

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں سرسید کا کردار واضح طور پر ناپسندیدہ تھا۔ ان کی ہمدردیاں تمام تر بدیسی ناجائز حکم رانوں کے ساتھ تھیں۔ اُن کی نگاہ میں بلند تر بننے کے لیے سرسید نے اپنے ہم مذہب ہم وطنوں کو پکڑوایا اور گورے آقاؤں کو بچانے کے لیے عملاً ہاتھ میں بندوق اٹھائی اور سخت تکالیف اٹھائیں۔ انہوں نے جنگ آزادی کو ہمیشہ سرکشی، فساد، ہنگامہ، ایام مفسدہ اور مکروہ زمانہ جیسے الفاظ سے یاد کیا اور مجاہدین کو مفسد، نمک حرام، غنیم، دشمن، کافر، بدذات، پاجی، شراب خور، تماش بین جیسے الفاظ سے یاد کیا۔ وہ خود اس زمانے میں بجنور میں تھے۔ انہوں نے خود لکھا کہ ''جو مصیبت وہاں کے موجود حکام انگریزی اور عیسائی مرد و زن اور بچوں پر پڑی صرف اس خیال سے کہ انسانیت سے بعید ہے کہ ہم مصیبت کے وقت ان کا ساتھ نہ دیں، میں نے اُن کا ساتھ دیا''۔ (مکمل مجموعہ لیکچرز و اسپیچز سرسید مرتبہ محمد امام الدین گجراتی۔ ص۔ ۳۹۹) اس پر فخر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''مجھ سے اگر کچھ اچھی خدمت یا وفاداری گورنمنٹ کی ہوئی تو وہ بالکل میں نے اپنے مذہب کی پیروی میں کی۔ میں نے جو کچھ کیا اپنے خدا اور رسول ﷺ کی اطاعت کی'' (سفر نامہ پنجاب مرتبہ سید اقبال علی۔ ص 261)

ہلدور میں سرسید اور ان کے ساتھیوں کی مخبری اور غداری کے سبب مجاہدین کو واپس ہونا پڑا۔ اس کے بعد وہاں مسلمانوں کا قتل عام ہوا مگر اس پر بھی انہوں نے مسلمانوں ہی کو غیر مہذب گالیاں دیں۔ وہ خود اس دوران ہندو چودھریوں کے مکان کے اندر مہمان بنے اس سفاکی کو دیکھتے رہے اور اپنے میزبان کو اس خوں ریزی سے نہ روکا۔ یہ پوری داستان انہوں نے ''سرکشی ضلع بجنور'' میں بیان کی ہے۔ سرکار انگریز نے اُن کی اِن خدمات کا اعتراف اپنے سرکاری کاغذات میں کیا جنہیں ''لائل محمڈنز آف انڈیا'' جلد اول میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اسی کتاب میں انہوں نے یہ اعتراف خود کیا ہے۔

''اس کے عوض میں سرکار نے میری بڑی قدردانی کی، عہدہ صدر الصدوری پر ترقی کی اور اس کے علاوہ دو سو روپیہ ماہوار پنشن مجھ کو اور میرے بڑے بیٹے کو عنایت فرمائے اور خلعت پانچ پارچہ اور تین رقم جواہر، ایک شمشیر عمدہ قیمتی ہزار روپیہ کا، اور ہزار روپیہ نقد واسطے مدد خرچ کے مرحمت فرمایا''۔

اسی جنگ آزادی پر بعد ازاں انہوں نے 1859ء میں ''رسالہ اسباب بغاوتِ ہند'' بھی لکھا ان دونوں رسائل

میں ''سرکشی''اور''بغاوت'' کا لفظ ان کے ذہن کی پوری عکاسی کرتا ہے کہ وہ کس کے وفادار تھے اور کن کے ہیرو بننے کے لائق ہیں۔ بہرحال یہ بات تو خود ان کی اپنی تحریروں سے بالکل واضح ہے کہ انگریزی غلبے واستیلا کے خلاف جن جی دار مسلمانوں نے جہاد آزادی کا علم بلند کیا تھا ان کی سینکڑوں کی تعداد کو شہید کروانے اور گرفتار کروانے میں سید احمد خان کا ہاتھ تھا اور اس کا صلہ انہوں نے انگریز سرکار سے خوب پایا۔

تحریک پاکستان کے رہنماؤں میں بڑے شدومد کے ساتھ ان کا نام لیا جاتا ہے حالانکہ وہ تو سرے سے آزادی ہی کے خلاف تھے اور برطانوی حکومت وغلبے کے تاقیامت قیام کی دعائیں لکھ لکھ کر شائع کرتے تھے۔''مکتوبات سر سید'' کے صفحہ نمبر 628 پر انہوں نے لکھا

''مسلمانوں کی آئندہ بہبودی اور ترقی کے لیے بحثیت ملکہ معظّمہ انگلستان اور قیصرۂ ہند کی باامن اور تابع اور وفادار رعایا ہونے میں بوجہ برٹش سبجیکٹ اور وفادار سٹیزن کے، اور اپنے ہم وطنوں کا عموماً اور اپنے ہم مذہب مسلمانوں کا خصوصاً سچا خیرخواہ ہونے کے، بہت یادہ اور سخت مخالف ہوں کُل ایسی جمہوری تحریکوں کا جو برٹش رول (Rule) کے خلاف شکایتیں اور رنجشیں بھڑکاتی ہیں اور اس ملک میں جہاں مختلف اقوام اور مذاہب آباد ہیں، اس کی اعلیٰ قوت اور اختیار کو تزلزل میں ڈالتی ہیں''۔

انہیں دوقومی نظریئے کا بھی داعی بتایا جاتا ہے۔ 1884ء میں انہوں نے اپنے دورہ پنجاب میں کئی جلسوں میں اپنے نظریہ قومیت کو یوں بیان کیا۔

''لفظ قوم سے میری مراد ہندو اور مسلمان دونوں ہیں۔ یہی وہ معانی جس میں میں لفظ نیشن (Nation) کی تعبیر کرتا ہوں۔ میرے نزدیک یہ امر چنداں لحاظ کے لائق نہیں ہے کہ ان کا مذہبی عقیدہ کیا ہے۔ ہم سب، خواہ ہندو ہوں یا مسلمان ایک ہی سرزمین پر رہتے ہیں، ایک ہی حاکم کے زیر حکومت ہیں۔ ہم سب کے فائدے کے مخرج ایک ہی ہیں۔ ہم سب قحط کی مصیبتوں کو برابر بھگتتے ہیں''۔ (سفرنامہ پنجاب مرتبہ سید اقبال علی، ص 167)

''اہل ہنود صاحب صرف اپنے تئیں ہندو سمجھتے ہیں یعنی باشندۂ ہند جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مسلمانوں کو اجنبی خیال کرنے لگتے ہیں حالانکہ ہندو اور مسلمان دونوں قومیں ہندو یعنی اہل ہند کے خطاب کی مستحق ہیں۔ صاحبو! اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ صرف مذہب کے خیال سے ایک ملک کے باشندے دو قومیں سمجھے جائیں''۔ (سفرنامہ پنجاب)

درحقیقت سرسید انگریز حاکموں کے خلاف کوئی بات نہیں سن سکتے تھے۔ اپنی موت سے چھ ماہ پہلے انہوں نے ایک مضمون میں لکھا۔

”ہمارا مذہبی فرض ہے کہ ہم گورنمنٹ انگریزی کے خیر خواہ اور وفادار رہیں اور کوئی بات قولاً وفعلاً ایسی نہ کریں جو گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی اور وفاداری کے خلاف ہو“۔(آخری مضامین مرتبہ امام دین گجراتی۔ص 113)
اپنے اس مؤقف کی تائید میں انہوں نے کھینچ تان کر قرآن کی آیات اور احادیث سے استدلال کرنے کی کوشش کی۔ یہ خواہشِ غلامی اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ انہوں نے کہا”ہندوستان میں انگلش گورنمنٹ صرف ایک زمانۂ دراز تک ہی نہیں بلکہ Eternal ہونی چاہئے“۔(ایڈریسز و اسپیچز متعلقہ ایم اے او کالج۔ص 75)
ان کی یہ رائے ابتدا سے آخیر تک رہی”میری یہ رائے آج کی نہیں بلکہ پچاس ساٹھ برس سے میں اسی رائے پر قائم اور مستقل ہوں“۔(روداد محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس۔ص 169)
غرض یہ کہ ایک ایسے شخص کو تحریک آزادی اور تحریک پاکستان کا ہیرو قرار دینا جس کا دین بھی ناقص تھا اور کفر کے فتوؤں کی زد میں رہا اور جس کی وفاداریاں بھی قولاً اور عملاً حملہ آور جارحین کے ساتھ تھیں اور جس کی مخبریوں اور غداریوں کی وجہ سے سینکڑوں پاک باز اور بہادر مجاہدین پھانسیوں پر جھول گئے اور حوالۂ زنداں ہوگئے اور ایسے شخص کا درسی کتب میں، مشاہیر پاکستان میں شمار کیا جانا قابلِ تعجب ہے اور ایک صریح دھوکہ بازی ہے۔ اس دھوکے کا پردہ چاک ہوجانا چاہیے۔(اس مضمون کی تیاری ضیاء الدین لاہوری کی کتاب”نقشِ سرسید“ سے کی گئی ہے)

تحریکِ اسلامی پاکستان کے ابتدائی اراکین میں سے ایک، سابق امیر ضلع قصور، چوہدری بشیر احمد بلیانہ ایڈووکیٹ صاحب اپنے رب کے دربار میں حاضر ہو گئے۔ انّا للّٰہ وانّآ الیہ راجعون۔

﴿بقایا احساسات﴾ ہمیشہ ویسے ہی اسلام سے عملی طور پر کوسوں دور افراد نکلے جیسے عوام خود دور ہیں۔
جس دیدہ دلیری سے آج اقتدار پر قابض عوام کی منظورِ نظر تینوں جماعتوں (Coalition Partners) نے حدود آرڈی ننس اور پھر ناموسِ رسالت کے قانون پر سیکولر روّیہ اختیار ہے، اِس سے قبل ایسا کبھی ممکن نہیں تھا۔ مسلم لیگ کے بعد اُس کی فکری جانشین یہ جماعتیں پاکستانی نسلی مسلم معاشرے کو اب اُس مقام پر لے آئی ہیں جہاں کفر بواح بھی شیرِ مادر بننے کو ہے! ایسے ہی حالات تھے جن میں ترکی کو شکار کیا گیا تھا، اب ظاہری طور پر بھی اسلام کے لیے وہ مروّت پاکستانی معاشرے سے مفقود ہوتی جارہی ہے کہ جس سے دھوکہ کھا کر یہ سوچا گیا تھا کہ بیلٹ بکس سے خلافتِ راشدہ باآسانی برآمد ہوگی!!!
اب وقت آ گیا ہے کہ کلمہ گو مسلمانوں کی ذہن سازی اور سیرت سازی پر اپنی توانائیاں خرچ کی جائیں۔ سیکولر ازم کے ساتھ ایک کھلی جنگ کا آغاز ہو چکا ہے، یہ جنگ بنیادی طور پر سیرت اور دلیل کے میدان میں لڑی جائے گی۔ کون ہے جو اس جنگ میں اللہ کا حامی ومددگار ہو! مَنْ أَنصَارِیْ إِلَی اللَّه ؟

صفر المظفر ۱۴۳۲ھ

۱۶ تا ۳۱ جنوری ۲۰۱۱ء

اس شمارے میں

احساسات	۲
درسِ قرآن	۸
آسان راستا	۱۴
یہ دور اپنے براہیمؑ کی تلاش میں ہے	۱۹
ناموسِ رسالت	۲۷
سرسید احمد خان کی ''خدماتِ عالیہ''	۳۰

حضور آپ سے اک راز عرض کرنا ہے

شاعرِ اسلام........نعیم صدیقیؒ

حضور آپ کو بھی اک روز مرنا ہے
ادھر توجہ عالی نہ جاسکی ہوگی
حضور کی بڑی مصروف زندگی ہوگی
کب آنے والی گھڑی سامنے رہی ہوگی
کسی نے کم ہی یہ بات آپ سے کہی ہوگی
حضور آپ کو بھی اک روز مرنا ہے

وہی اجل جو رقصاں ہے جھونپڑوں کی طرف
اُسی کو شیش محل سے بھی آ گزرنا ہے
یہ چند ذرے جو آپس میں میل رکھتے ہیں
ہوائے وقت کے ہاتھوں انہیں بکھرنا ہے
حضور آپ کو بھی اک روز مرنا ہے

یہ چند سانسوں کی بازی کھیلتی ہے جو امید
ہزار جیت ہو ، آخر تو اس کو ہرنا ہے
تحفظات کے اندر گھر ی سر پردہ
یہیں سے ہاتھ قضا کا معا ابھرنا ہے
حضور آپ کو بھی ایک رو ز مرنا ہے

حضور آپ سے ایک راز عرض کرنا ہے
حضور آج جو کرنا ہے کل و ہ بھرنا ہے
خدا کے دین کی اطاعت کی آج مہلت ہے
خدا کے بندوں کی خدمت کی آج مہلت ہے
ضعیف طبقوں پہ شفقت کی آج مہلت ہے
ندامت اور اَنابت کی آج مہلت ہے
حضور آپ سے ایک راز عرض کرنا ہے
حضورآپ کو بھی اک روز مر نا ہے۔

قرآن کی فرمودہ حقیقت یہ ہے کہ!

اللہ نے اہلِ ایمان سے......
اُن کی جانیں اور اُن کے مال،
جنت کے بدلے خرید لیے ہیں!
وہ اللہ کی راہ میں
قتال کرتے ہیں، مرتے اور مارتے ہیں۔
ایسے اہلِ ایمان سے......
تورات، انجیل اور قرآن میں......
جنت کا وعدہ ہے......اللہ کے ذمّے ایک پختہ وعدہ!
اور کون ہے؟
جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو؟
پس خوشیاں مناؤ!
اپنے اِس سودے پر جو تم نے اللہ سے کر لیا ہے......
یہی سب سے بڑی کامیابی ہے!

سورۃ التوبہ کی آیت ۱۱۱ کی روشنی میں

بیادکمال الدین کمال سالار پوری (مرحوم)

امیر محمد۔ مردان۔ برائے نشور بفرمائش قاضی رحمت اللہ صاحب

هغه شاعر هغه ادیب هغه کمال لا ړ ددنیا ستړے ستو مال په زړه ملال لا ړ	وہی شاعر وہی ادیب یعنی کمال سالار پوری چل بسا یعنی دنیا سے تھکے ماندے دل پر ملال لے کر چلے گئے
هغه فقیر هغه غریب په زړه امیر چه وؤ ثوك چه وؤپخیله خیل مثال لا ړ	وہی فقیر وہی غریب جو دل کے امیر تھے یعنی خوددار تھے وہی جو ان صفات میں اپنی مثال آپ تھے چل بسے
سلسله د جذبو د ولولو وه بس تصوّر کبن حماچه ورته خیال لا ړ	وہ تو جذبوں اور ولولوں کا ایک سلسلہ تھا۔ جب میں اپنے تصور میں ان کی زندگی پر اپنا خیال دوڑاتا ہوں کہ چل بسا
مسافر د حجاز د قافلے وؤ دے هم رکاب دبولا اعلیٰؒ و د اقبالؒ لا ړ	وہ تو حجاز کے قافلے کے مسافر تھے، اسی قافلے میں سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور علامہ اقبال کے ہم رکاب تھے چل بسے
نعیمؔ صدیقیؒ وؤ مخکے تلے، دے وؤ پاتے د ماضی آمین م، اوکه انتقال لا ړ	پہلے نعیم صدیقی چل بسے تھے اور یہ ابھی زندہ تھے جو میرے ماضی کے امین تھے انتقال کر کے چل بسے
دا آواز م، دحکیمؔ دمرگ راغے په غوگو صحت ئے په علاج نه شو بحال لا ړ	اب میرے کانوں میں حکیمؔ کے موت کی بھی آوازیں آرہی ہیں، کہ علاج سے صحت بحال نہ ہوا چل بسا
ژوندے دے هغه مړنه دے حکیمهٔ چه ئے بل کړه مشالو نه یو مشال لا ړ	اے حکیم وہ تو زندہ ہے مرا نہیں، وہ خود تو ایک چراغ تھے جو چل بسے لیکن بہت سارے چراغ روشن کر گئے

اے میرے نبیِ صِدق وصَفا! جب دل پہ شبِ غم چھاتی ہے
اور دل کی شبِ غم میں کوئی جب بَرقِ بلا ٹھراتی ہے
اور برقِ بلا جب بن کے گھٹا بارانِ شرر برساتی ہے
اَیسے میں تڑپ اٹھتا ہے یہ دل، ایسے میں تیری یاد آتی ہے
اے میرے نبیِ صِدق وصَفا!

جب چاندی کے بُت خانوں میں انساں کے لہو کی بھینٹ چڑھے
نشہ ہو مہنتوں پر طاری، ہر بُت کا قد کچھ اور بڑھے
ان بُت خانوں میں چیخ کوئی جب گونج کہ دل دہلاتی ہے
اَیسے میں تڑپ اٹھتا ہے یہ دل، ایسے میں تیری یاد آتی ہے
اے میرے نبیِ صِدق وصَفا!

بازارِ گنہ کی روشنیاں جب گھور اندھیرے پَھیلائیں
کمخواب کی سیجوں کی کلیاں چُبھتے ہوئے کانٹے بن جائیں
جب اغوا ہو کہ بکنے والی کوئی طوائف گاتی ہے
اَیسے میں تڑپ اٹھتا ہے یہ دل، ایسے میں تیری یاد آتی ہے
اے میرے نبیِ صِدق وصَفا!

یاں جھوٹ گواہی دیتا ہے جب سَچ کا غازہ رُخ پہ ملے
کرتا ہے امامت کُفر یہاں جب تقویٰ کی محراب تلے
طاغوت کی جب بے باک ہنسی غیرت کو ضرب لگاتی ہے
اَیسے میں تڑپ اٹھتا ہے یہ دل، ایسے میں تیری یاد آتی ہے
اے میرے نبیِ صِدق وصَفا!

بن باپ کے عاجز بچّے جب افلاس کے گھر میں پلتے ہیں
اوران کے افسردہ چہرے جب پیٹ کی آگ میں جلتے ہیں
کچھ جُھوٹی اُمیدوں سے ان کو جب بیوہ ماں بہلاتی ہے
اَیسے میں تڑپ اٹھتا ہے یہ دل، ایسے میں تیری یاد آتی ہے

اے میرے نبیِ صدق وصفا!
عشرت کی پَری کے غمزے جب ہر عَزم کو گھائل کرتے ہیں
جب ترکِ سفر پر راہی کو، رہبر ہی مائل کرتے ہیں
تہذیبِ بشر کُش اِٹھلا کر ہر موڑ پہ جب بہکاتی ہے
اَیسے میں تڑپ اٹھتا ہے یہ دل، ایسے میں تیری یاد آتی ہے
اے میرے نبیِ صدق وصفا!
جب مُہرِ خُمِ مے کُھلتی ہے اور رند بہکنے لگتے ہیں
جب صندل کے تراشے ہُوئے بُت محفل میں تھرکنے لگتے ہیں
ہر شمع سِسک کر بجھتی ہے آہوں کا دُھواں پھیلاتی ہے
اَیسے میں تڑپ اٹھتا ہے یہ دل، ایسے میں تیری یاد آتی ہے
اے میرے نبیِ صدق وصفا!
جب تخت بچھاتے ہیں اپنا نمرود نئے، شداد نئے
شمشیریں جب لہراتے ہیں، مقتل میں کھڑے جلّاد نئے

لاہور کمیٹی 0300 2023500 rizwan

چرچ کی حالتِ زار ۲

عافیہ صدیقی ۱

قوموں کا زوال امریکا کا زوال ۶

مصر کے حالات

نازک سے ضمیرِ انساں پر سلِ جبر کی جب لد جاتی ہے
اَیسے میں تڑپ اُٹھتا ہے یہ دل، ایسے میں تیری یاد آتی ہے
اے میرے نبیِ صدق وصَفا!
جب حَرفِ شگفتہ درپسِ لب، اِک اخگر بن کے دہکتا ہے
قرطاس سے شُعلے اُٹھتے ہیں، خامہ سے خُون ٹپکتا ہے
اظہار کی حَسرت بھنّا کر، اپنا ہی کلیجہ کھاتی ہے
اَیسے میں تڑپ اُٹھتا ہے یہ دل، ایسے میں تیری یاد آتی ہے
اے میرے نبیِ صدق وصَفا!
جب دردِ تضادِ قول وعمل رُک رُک کے فزوں ہوجاتا ہے
جب زہرِ نفاقِ پنہاں سے غایات کا خُوں ہوجاتا ہے
غدّاری ہے بازاروں میں جب حُبِّ وطن بِک جاتی ہے
اَیسے میں تڑپ اُٹھتا ہے یہ دل، ایسے میں تیری یاد آتی ہے
اے میرے نبیِ صدق وصَفا!
ماحول کی چکّی میں پڑ کر جذبات مرے جب پستے ہیں
ایمان کو چوٹیں لگتی ہیں، جب زخمِ تمنا رستے ہیں
صَد ہ فتنوں کے گھیرے میں جب طبعِ حزیں گھبراتی ہے
اَیسے میں تڑپ اُٹھتا ہے یہ دل، ایسے میں تیری یاد آتی ہے
اے میرے نبیِ صدق وصَفا!
جب ساتھی سب کھو جاتے ہیں، جب میں تنہا رہ جاتا ہوں
انجانے دُکھ کی لہروں میں بے بس ہوکر بہ جاتا ہوں
جب سہمی سہمی میری خُودی لہروں میں غوطے کھاتی ہے
اَیسے میں تڑپ اُٹھتا ہے یہ دل، ایسے میں تیری یاد آتی ہے

?اِنَّ اللہ

جماعتِ اسلامی کے بارے میں آپ کے احساسات پڑھ کر سخت کوفت ہوئی، کہاں تو نشور کے اندرونی ٹائٹل پر

لکھا ہوتا ہے کہ 'دینی عناصر کے باہمی تعاون کا حامی' اور کہاں آپ کے 'احساساتِ عالی' جو ہرگز اس تعاون کے بجائے دوریوں کا باعث بن رہے ہیں۔ کیا آپ کے خیال میں جماعتِ اسلامی اب ایک دینی جماعت نہیں رہی ہے؟ کیا آپ کی اس تنقید سے مخالفینِ اسلام کو فائدہ نہیں پہنچے گا؟

اگر ہم اپنے اہلِ خانہ کے بہی خواہ ہوتے ہیں تو کیا ہم انہیں کسی بھی غلط اقدام پر ٹوکتے نہیں ہیں؟ اگر جانتے بوجھتے ہم اپنے اہلِ خانہ کو گڑھے میں گرنے دیں اور انہیں خطرے سے مطلع نہ کریں تو خود ہماری ہمدردی و محبت مشتبہ ہو جائے گی۔ جماعتِ اسلامی پاکستان سے ایک دوری تو بہت واضح ہے کہ ہم ایک جماعت کے اندر نہیں ہیں اور یہی چیز اس بات کی ضامن ہے کہ ہم عمومی بھلائی کے لیے اور فتنوں سے بچانے کے لیے اللہ سے ڈرتے ہوئے ایک دوسرے پر اعلانیہ تنقید کر سکتے ہیں۔ رہا آپ کا سوال کہ کیا جماعتِ اسلامی ایک دینی جماعت نہیں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ اس کی اصل تو دینی ہی ہے مگر جس تیزی سے یہ اپنی اصل سے ہٹتی جا رہی ہے اُس سے اس بات کا خطرہ ہے کہ اس میں اور مسلم لیگ جیسی ایک سیاسی جماعت میں کوئی فرق باقی نہ رہے۔ ہم یہی چاہتے ہیں کہ جماعت اپنی اصل پر واپس آ جائے اور محض الیکشن میں جیتنے کی متمنی ایک سیاسی جماعت نہ بن جائے۔

مافیا کی تاریخ اور انجام

ان لوگوں کی تنظیم اس قدر مضبوط، خفیہ، اور تہہ در تہہ الجھی ہوئی تھی کہ کسی کو ان کے اندر جھانکنے، حالات معلوم کرنے یا ان کے اندر پائی جانے والی اس قدر مضبوط وفاداری کی وجہ جاننے میں کامیابی نہ ہو سکی۔ بس لوگوں کی زبانی خبریں ملتی رہتیں کہ انھوں نے فلاں کو اغوا کر لیا، تشدد کر کے ہلاک کر دیا، لاش پر اپنی تنظیم کا نشان کھرچ دیا، کسی بڑے سرمایہ دار سے تاوان وصول کر لیا۔ لیکن جب بیسویں صدی کے آغاز میں ایک تاریخ دان سپی پیٹرے ان کے علاقے میں پہنچا تو وہ حیران رہ گیا۔ جو لوگ پوری دنیا کی نظر میں مافیا کی صورت میں جانے جاتے تھے، جرائم پیشہ لوگوں کا ایک گروہ، انہیں تو علاقے کے لوگ نجات دہندہ، امن و امان قائم کرنے والے معاشرتی ذمہ داریاں نبھانے والے، لوگوں کے خیر خواہ اور آئیڈیل کی حیثیت سے جانتے تھے۔ جب اس نے عام لوگوں سے سوال کرنے شروع کیے تو کوئی اسے جواب نہ دیتا۔ بس ہر کوئی یہ کہتا کہ ہم ان کی وجہ سے امن کی زندگی گزار رہے ہیں۔ چین سے اپنا کاروبار کرتے ہیں۔ نہ پولیس تنگ کرتی ہے اور نہ ہی کوئی

چور ڈاکو ہمارا سامان لوٹتا ہے۔ اس نے لوگوں سے بھتہ خوری کے بارے میں سوال کیا تو لوگوں نے دبے لفظوں میں جواب دیا کہ اپنی آمدنی میں سے تھوڑی سی رقم اگر ہم مافیا کو دے دیں اور بدلے میں ہمیں سکون اور اطمینان مل جائے تو کیا یہ بُرا سودا ہے؟

سسلی کا یہ مافیا سب سے پہلے ایک لسانی تنظیم کے طور پر وجود میں آیا جو ہسپانوی نژاد باشندوں کے سیاسی اور معاشی اقتدار کے خلاف بنی۔ ان کی شروع شروع کی کاروائیاں خفیہ تھیں۔ لیکن انہوں نے اپنے آپ کو ایک سیاسی تنظیم کے طور پر پیش کیا جو سسلی کے عوام کے حقوق کی جنگ لڑ رہی ہو۔ ان لوگوں نے اپنی صفوں میں ایسے غنڈے بھرتی کرر کے تھے جو حکومت، سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے خلاف استعمال ہوتے۔ کیونکہ یہ لوگ ایک ایسے شہر میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے تھے جو تجارتی مرکز بھی تھا اور بحیرہ قلزم کی ایک اہم ترین بندرگاہ بھی۔ اس لئے انہیں حکومتوں کو دباؤ میں لانا بہت آسان تھا۔ یہ وہ دور تھا جب اس علاقے میں انارکی، قانون کی عدم موجودگی اور حکومتی اختیار کی بے بسی نمایاں تھی۔ ???? سے ???? تک مافیا نے اپنے آپ کو سسلی کا بلا شرکت غیرے مالک بنائے رکھا۔ لیکن جب اٹلی کی فوج نے اس بدامن علاقے کو جو عملی طور پر آزاد اور خودمختار ہو گیا تھا اور وہاں حکومت نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی ایکشن کر کے اپنے ساتھ ملانا چاہا۔ جیری بالڈی نے ?? مئی ???? کو ایک ہزار رضا کاروں کے ساتھ اس شہر کا گھیراؤ کیا۔ مافیا کو علم ہو گیا کہ جیری بالڈی جیت جائے گا۔ وہ ہارے ہوئے لوگوں کے ساتھ رہنا اپنی موت سمجھتے تھے اس لئے وہ بالڈی کی فوج کے ساتھ مل گئے، اب ان کا شہر اٹلی کی حکومت کا ایک ناقابل تنسیخ حصہ تھا۔

لیکن اس وقت تک مافیا ایک مضبوط معاشرہ اور جینے کا ایک رنگ ڈھنگ بن چکا تھا۔ ایک مضبوط مرکز اور سیاسی حکومت میں اس طرح افراتفری پیدا کر کے اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتے۔ اب انہوں نے رنگ ڈھنگ بدل دئے۔ نئے قواعد وضوابط بنالئے۔ انہوں نے غنڈہ ٹیکس کا نام محافظ ٹیکس رکھ لیا۔ انہوں نے ایک مضبوط قبضہ گروپ بنالیا۔ جہاں کہیں زمین کا مالک زمین پر موجود نہ ہوتا۔ کمزور ہوتا یا مخالف ہوتا اس کی زمین پر قبضہ کرتے اور اپنے منظور نظر افراد کو دے دیتے علاقے کے جج اور پولیس افسران ان سے شدید خوفزدہ تھے ججوں اور پولیس افسروں کو ٹارگٹ کلنگ سے مارنا ان کا معمول تھا۔ انہوں نے خوف کو اپنے حق میں استعمال کیا۔

اکثر اہلکار خوف سے ان کے ساتھ ہو گئے اور اور پھر ان سے باقاعدہ رشوت بھی لینے لگے۔ مافیا کا ایک اور طریقہ کار زبان بندی بھی تھا۔ انہوں نے قانون اومرٹا جاری کیا، جس کے تحت کوئی شخص مجرم کی نشاندہی نہیں

کرے گا خواہ اس نے اپنے سامنے قتل ہوتے دیکھا ہو اور خواہ مقتول اس کا بھائی، بیٹا یا خاوند ہی کیوں نہ ہو، یہی قانون مافیا کی صفوں میں آج بھی جاری ہے۔ کیمروں سے مجرموں کی تصویریں تک میڈیا پر آ جائیں لیکن ان کے لوگ اور ان سے خوفزدہ عوام ان کو شناخت نہیں کرتے۔ ڈیڑھ سو سال پرانا بنایا گیا یہ اومڑا سسلی ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر اس شہر میں نظر آتا ہے جہاں مافیا کا راج ہوتا ہے کیوں کہ ایک دفعہ مجرموں پر ہاتھ ڈالنے کی اجازت اگر پولیس کو دے دی گئی تو پھر وہ ان لوگوں تک بھی پہنچ جائے گی۔ اس لئے خواہ یہ لوگ خود مریں یا دوسروں کو ماریں مجرم کی نشاندہی نہیں کرتے۔ اپنے اسکور خود پورے کرتے ہیں۔

یہ مافیا امریکہ اور سی آئی اے کا بھی ہمیشہ منظور نظر رہا۔ ان کے اکثر جلاوطن رہنما برطانیہ اور امریکہ کے شہر نیو اورلینز میں جا کر آباد ہوئے جہاں ان کے رابطے سی آئی اے کے ساتھ مستحکم ہو گئے۔ ????میں سی آئی اے کے افراد کے انکشافات کے مطابق سسلی کا یہ مافیا مشرقِ بعید کے ممالک میں ہیروئین اور چرس کے کاروبار کا ایک بہترین ذریعہ بن گیا جسے جاسوسی زبان میں فرنچ کنکشن کہا جاتا ہے، سسلی کا یہ مافیا عموماً ایک کارپوریٹ کلچر کی طرح منظّم ہوتا ہے جس میں ایک شخص کے ساتھ وفاداری ایمان کی حد تک کی جاتی ہے، تاریخی طور پر ایسے شخص کو capi tutti Capudi کہا جاتا تھا یعنی پوری تنظیم یا تحریک کا قائد۔ ان دنوں اسے capofamiglia یا پھر ڈان کہا جاتا ہے۔ یہ شخص عموماً اپنی تنظیم یا علاقے سے دور کسی دوسرے ملک میں بیٹھا ایک کمیٹی یا کونسل کے ارکان کے ذریعے پوری تنظیم اور علاقے پر حکومت کر رہا ہوتا ہے، اس کا خوف اس کی طاقت ہوتا ہے۔ اس کی کمیٹی یا کونسل کے ارکان تک کو اس بات کا علم نہیں ہوتا کہ ان میں سے کون، کس طرح، اور کب ڈان کو خبر پہنچا دے اور پھر ان کی زندگی کا چراغ گل کرنے کا حکم آ جائے۔

یہ صرف اٹلی کے علاقے سسلی کی کہانی نہیں بلکہ دنیا کے ہر اس شہر کی داستان ہے جہاں مافیا نے لوگوں کے حقوق کی جنگ کے نام پر اکٹھا ہونا شروع کیا۔ عوام کے جذبات ابھارنے کے لئے نچلے طبقے یا مڈل کلاس کی بالادستی کی بات کی، لوگوں کے حصے اور انتقام کی اس حد تک بڑھایا کہ اگر کسی امیر آدمی سے تاوان کی رقم وصول کر کے خدمت خلق کے نام پر لوگوں میں تقسیم کیا جاتا تو لوگوں کو اس جرم سے نفرت تک نہ ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ جب شکاگو کے مافیا چیف کلوسیمو کا جنازہ اٹھا تو ہزاروں کی تعداد میں افراد اس میں شریک تھے۔ ???? میں لندن شہر دو سو سے گروہوں میں تقسیم ہو گیا تھا جن کے اپنے اپنے علاقے تھے اور وہ اپنے علاقوں سے بھتہ وصول کر کے وہاں امن کی ضمانت دیا کرتے تھے۔ مافیا اپنے آپ کو سیاست سے الگ نہیں کر سکتا۔ دنیا کے

جن شہروں میں بھی مافیا کا راج ہوتا ہے وہاں کے سینیٹر، اسمبلی کے ارکان حتیٰ کہ شہری اداروں کے سربراہ تک انہی کی آشیر باد سے یا پھر انکی سیاسی تنظیم سے منسلک ہوتے ہیں۔ شکاگو ہو یا نیوا ورلینز، سسلی ہو یا کولمبیا مافیا کبھی اپوزیشن میں نہیں بیٹھتا۔ اسے ہر حال مَن حکومت کی پشت پناہی چاہیئے ہوتی ہے۔ لیکن مافیا کی موت کی بھی اپنی تاریخ ہے۔ جب لوگ قتل ہوتے ہیں اور کوئی مجرم کی شناخت کو تیار نہ ہو مظلوموں کی آہوں اور اشکوں سے صرف گھروں کے اندھیرے ہی آباد ہوں اور باہر ان کی صدا تک نہ آئے، تو ایسے میں میرے اللہ کا ایک دستور ہے کہ وہ ظالموں کی ظالموں سے ہلاک کرواتا ہے، دنیا کا ہر مافیا اسی وقت تباہی کے دہانے پر پہنچا جب بھتہ خوری، لالچ اور اقتدار کی جنگ نے ان کے مقابل کسی اور لا کھڑا کر دیا، پھر کیا تھا سسلی میں بڑے بڑے ڈان چیختے رہے کہ ہماری ٹارگٹ کلنگ ہو رہی ہے، ہمیں مارا جارہا ہے اور لوگ خاموش تماشائی بنے دیکھتے رہ گئے، کیونکہ ظلم پر خاموش رہنے کا دستور''اومرٹا'' تو انہوں نے ہی لوگوں کو سکھایا تھا۔

قارئین اوریا مقبول جان صاحب کا یہ کالم روزنامہ ایکسپریس کی بیس جنوری کی اشاعت میں اومرٹا کے نام سے شامل تھا۔ ہمیں یہ مضمون پسند آیا اس لئے سوچا کہ آپ کے ساتھ بھی اس کو شیئر کیا جائے۔ اس لئے ہم نے اس کالم کو ہماری ویب کے قارئین کے لئے یہاں پیش کیا۔ آپ کو یہ کتنا پسند آیا آپ کی رائے کا انتظار رہے گا۔